

نسخه فیضی علی رسول اکرم

العدد الكبير

سهمی از اسرار
در ساله
ماهواری

رساله
ماهوری

ریختنای
بکیر

01349 ⁵ 306 I

II ماه جون ۱۹۳۵

ملک

ظهور احمد اختر
جام مسجد کعبه

بیادگار

اعلیٰ حضرت جامع الشرائع الطریق فیما للعلماء قدوة السالکین زبدة السارفین
امام العاشقین مولانا الحاج محمد ذکری بوی نور اللہ مرقدہ

اغراض و مقاصد

- ۱۔ اندرونی و بیرونی حملوں سے اسلام کا تحفظ۔ تبلیغ و اشاعت اسلام
- ۲۔ اصلاح رسوم
- ۳۔ احیاء و اشاعت علوم دینیہ۔

قواعد و ضوابط

- ۱۔ رسالہ کی عام قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ سالانہ مقرر ہے۔ مگر جو صاحب یا بچہ دیکھ کر اس سے زیادہ رقم بغرض اعانت در سال فرمائیں گے۔ وہ معاون خاص تصور ہونگے۔ ایسے حضرات کے اسماء گرامی شکر یہ کے ساتھ درج رسالہ ہوا کرینگے۔
- ۲۔ غریب اور مفلس اشخاص اور طلباء کیلئے رعایتی قیمت دو روپیہ سالانہ مقرر ہے۔
- ۳۔ ممبران حزب الانصار اور حزب الانصار کے معاونین کی خدمت میں رسالہ بلا معاوضہ بھیجا جائیگا۔ چند ممبری کم از کم کم رہا ہو اور مقرر ہے۔
- ۴۔ جو صاحب کم از کم خریدار دیکھے۔ وہ معاونین میں شمار ہونگے۔ اور ان کی خدمت میں ان کی خواہش پر ایک سال کے لئے رسالہ مفت جاری کیا جائیگا۔
- ۵۔ بذریعہ وی پی آر سال کر کے پھر زیادہ خرچ ہوتے ہیں۔ نیز بعض اصحاب وی پی آر میں کریتے ہیں۔ اس لئے دفتر کا نقصان ہوتا ہے۔ لہذا جملہ خریداران زرچندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمایا کریں۔
- ۶۔ نمونہ کار پرچہ ہر سترے پھٹ آنے پر ملکیا مفت نہیں بھیجا جاتا۔
- ۷۔ رسالہ پراچہ ہر ماہ کی ۲۰ تاریخ کو بھرہ سے ڈاک میں ڈالا جاتا ہے۔ چونکہ سرائیل کے چوروں کی سبکدوشی کثرت ہے۔ اسلئے جس صاحب کو نہ ملے وہ یکم سے پہلے اطلاع دیں ورنہ دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔
- ۸۔ جملہ خط و کتابت و ترسیل مذہب نام منجر رسالہ اسم السلام بھرہ (پنجاب) ہونی چاہئے۔

ماہنامہ
بیت اللہ الرحمن الرحیم
اسدی سالِ نومبر ۱۹۳۰ء

شمس الاسلام

جلد ۱
نمبر ۶

ماہ محرم الحرام ۱۳۵۰ھ مطابق ماہ جون ۱۹۳۰ء

صفحہ	مضامین	پریم
۲	مولانا مولوی عبدالنواب صاحب	۱ باب انتفیہ
مدیر		۲ باب الحدیث
۴		۳ باب الحقیقہ
مولوی سلطان احمد صاحب		۴ سبک جواہر
۲۵	مدیر	۵ اسلام میں رواداری
۲۷	جناب محمود حسن صاحب محمود	۶ آسمانی آواز (نظم)
۲۸	مدیر	۷ صدقے الحاد کا جواب
۲۸	جناب سید غلام بھیک	۸ ملت اسلامیہ کے انتشار
	صاحب نیرنگ	۹ وافتراق کے اسباب
۳۳	از پرو فیئر محمود علی صاحب	۱۰ اسلام کی شمشیر سے اسلام
	کیونکر قتل	کا خون

باب التفسیر

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ

(از جناب مولانا مولوی حافظ محمد عبد التواب صاحب رشتگی)

وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ اُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَٰوةٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَحِمَةٌ ۝ وَاُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝

اے حبیبِ دکر، صبر کرنے والے بندوں کو خوشخبری و بشارت سنا دو۔ ان لوگوں پر جب مصیبت و آفت آپڑتی ہے۔ تو یہ لوگ یہی کہتے ہیں۔ کہ ہم تو بس اللہ ہی کے ہیں۔ اور اسی کی طرف لوٹ کر جانیں گے۔ اے ہم پر انہی آدمیوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت و عنایت ہے۔ اور یہی لوگ راہِ راست پر ہیں۔ (س بقرہ ع ۹ پ ۲)

فارغ البالی و خوشحالی ہمیشہ کسی کا ساتھ نہیں دیتی۔ دولت و ثروت صحت و سندرتی۔ امارت و حکومت۔ بیوی بچے۔ خدم و حشم۔ نوکر چاکر غرض یہ سب کچھ قاطعاً مطلقاً منعم حقیقی کا عطیہ ہیں۔

خوش نویس است و نخواہد بد نوشت	شر نوشت مابدست خود نوشت
نہز بکار نسید چو نخت بد باشد	اگر بہر سر مویت نہز و و صد باشد
جز بتائید آسانی نیست	بخت و دولت بکار دانی نیست

اے سر نوشت اور چار الیکھا خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔ وہ خوش نویس ہیں و کبھی نہیں لکھ سکتے۔ ۱۲۔ منہ۔ ۱۳۔ اگر کسی انسان میں ہر مال اور روٹے کے بدلے دو سو ہنر ہوں اگر نصیب یاور نہیں تو کوئی ہنر کام نہیں آسکتا ۱۲۔ منہ۔ ۱۳۔

۱۴۔ نصیب کی یاوری اور دولت مندی کام جاننے پر موقوف نہیں۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید بخیر نہ آسکے تاں حال نہ ہو ۱۲۔ منہ۔

۱، پس جس طرح ایک نخی لٹکی اپنی گڑبوں کے لئے قسم تقیم طرح طرح کے ساز و سامان تیار کرتی ہے۔ کسی خاص گڑبائی طرف نظر دیت رکتی ہے۔ اور باؤسنگا کرتی ہے۔ اور اس کا بیاہ دچاتی ہے۔ بند کھلوایکائی ہے۔ بالآخر ایک دن گڈے میناں کے ساتھ شادی کر دیتی ہے۔ اور پھر جب جی میں آتا ہے۔ وہ تمام ساز و سامان اور وہ زلفت کے چمکدار گوٹے اور ٹھٹھے کے زردوزی کے کام کئے ہوئے سرخ ریشمی دوپٹے ڈھیلے ڈھالے پانچوں کا شرعی یا نجارہ۔ گھٹنوں تک لمبا کرتہ اور اُس کے نیچے چھوڑا کرتا یا انکچا جس کی بابت ایک بہت پرانے عربی شاعر نے کہا ہے
 اللہ مثلہ ابیروا حلیم صباۃ اذا ما اسبکرت بین و مرع و مجوی
 یہ سب ساز و سامان چھین لیتی ہے۔ اور جس گڑبائی کو چاہتی ہے پیدا دیتی ہے۔ مگر اس لٹکی سے کوئی یہ دریافت نہیں کر سکتا۔ کہ کیوں بی اُم نے یہ کیا کیا !
 (۲)، اسی طرح ابھی ابھی ایک درخت سرو قد ہمارے موسم میں قباء اطلسی سبز رنگ کا چٹخہ پہنے ہوئے جون کے عالم میں جھوم جھوم کر مقتضا آیت والنجہ والشجر لیسجدان خگا واحد کی یکتائی کی شہادت دے رہا تھا۔ کہ بادِ سموم خزاں کی ہوائ کے جھونکوں نے اس کے تمام سرسبز پتے چھین ڈالے۔ اور اب یہ ایک ڈکھیا بیوہ عورت کی طرح تن عریاں شلے بدن ڈنڈے جیسے ہاتھ خشک ٹھنیاں لئے ہوئے کھڑا رہ گیا۔ الغرض ۵

دہیں حد بہار و خزاں ہم آغوش است زمانہ جام پرست و جہازہ بردوش است
 معلوم ہوا کہ تکلیفِ راحت کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ عزت و ذلت سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے مگر اتنی بات ضرور ہے۔ کہ جب انسان کو فانیغ البالی حاصل ہوتی ہے۔ تو تمام لوگ اپنے بن جاتے ہیں۔ اور جب صیبت و بیتا پڑتی ہے۔ وقت و مصائب کا سامنا ہوتا ہے۔ تو اس وقت کوئی ساتھ نہیں دیتا اپنے بیگانے

۵ اور بوٹیاں اور درخت سرسبز ہیں ۱۳۸۵

ہو جاتے ہیں۔ دوست دشمن بن جاتے ہیں۔ ہنر عجیب و برائیوں سے بدل جاتے ہیں۔ کوئی پرسان حال نہیں ہوتا ہے

اخلاء اذا استغنیٰ عنہم واعلاء اذا انزل البلاء

نواب اس نازک حالت میں وہی ذات مقدس ہماری دستگیری کرتی ہے جو اس باپ بیوی بچوں دوست احباب آسٹا دیر پر مشتبہ زیادہ ہم کو دوست و محبوب بھتی ہے۔ یہی ذات مقدس ہمارے ساتھ رہتی ہے۔ یہی ذات مقدس ثروت ہماری کہانی حفاظت اور دیکھ بھال کرتی ہے۔ اسی کا یہ فرمان ہے۔ واللہ یحییٰک و یجفعظاک من الناس اسی ذات مقدس نے اپنے ضعیف البیان کمزور انسان کو مصائب و آفات کے وقت ثابت قدم رہنے۔ دفعوں اور تکلیفوں کے ہواشت کرنے اور ان کا نہایت سختی اور کجی سے مقابلہ کرنے کی بابت مندرجہ ذیل آیت شریفہ میں یقین فرمائی ہے۔

یا ایہا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوة ان اللہ مع الصابون

اے ایمان والو! بصیبت کیوقت صبر کرنے اور نماز پڑھنے سے مدد لو۔ بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے۔

صبر

صبر کے معنی روکنا۔ تسلی اور سکون حاصل کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صبر ایک خاص عطیہ ہے۔ یا یوں کہو۔ کہ صبر ایک عجیبی شکر ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے خاص بندوں کی مدد و یاری کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ صبر ہی انسان کے لئے ہر ایک ہم میں بڑی سے بڑی مصیبت میں اور ہر ایک آڑے وقت میں معین و مددگار ثابت ہوتا ہے۔ یہی وہ خصوصیت ہے کہ جو مشنوں میں بھی نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ فتنے محض عقل رکھتے ہیں۔ اور ان کے اندر حیوانی مادہ مثلاً خواہش و شہوت نہیں۔ پس انسان میں خواہش و شہوت کے ہوتے ہوئے بقضائے عقل کسی چیز سے

لے یہ تمام لوگ دوست میرے دوست ہو جاتے ہیں۔ جبکہ میں ان سے بے پرواہ ہوں اور جب مجھ پر مصیبت آپڑتی ہے۔ تو دشمن بن جاتے ہیں ۱۴۱ھ

رکنا اور اپنے نفس کو قابو میں رکھنا بہت بڑا کام ہے۔
 ندانی کہ نفس مرود پروردگار غصہ بھریل است اے ہوشیار
 صبر بخ است و لیکن بر شیریں دارد

اقسام صبر

صبر کی دو قسمیں ہیں۔ بدنی و نفسانی۔ پھر بدنی کی دو قسمیں ہیں۔ فعلی یا
 التفعالی۔ فعلی یہ ہے کہ جب بڑے کاموں اعمالِ شاقہ کو انجام دینا۔

صبر نفسانی

یہ ہے کہ خود کو خواہشات طبع سے روکنا۔ پس شہوت شکم وغیرہ سے باز رہنا عفت
 ہے۔ اور فضول چیزوں سے رکنا زہد و قناعت ہے۔
 جبرج و فزع اور مصیبت کے وقت آواز بلند کرے اور منہ پیٹے ہائے ہلکے کرنے
 و اولیا مچانے گریبان چپاک کرنے سے رکنا صبر عرفی ہے۔

بالداری و قانع البالی غنا و دولت مندی کی حالت میں کبر و نخوت غرور و تکبر
 سے اور اپنے ہم عصر ہم عمر لوگوں پر اترانے سے باز رہنا فراخی و حوصلہ ہے۔

اگر جنگ و جدال میدانِ حرب لڑائی میں جھلکنے سے رکنا رہنمائی و حمت ہے
 اور اگر غصہ کی حالت میں مار پیٹ گالی گلوچ سے رکنا تو جہلم ہے۔ اگر کسی ضرورت میں کام
 دہم کی انجام دہی میں اضطراب و بغیراری کو کام میں نہ لایا تو اس کو وسعت و حوصلہ
 کہتے ہیں۔ اگر اسرارِ الہیہ کے انکشاف سے منہ کو بند رکھا۔ تو اس کو راہِ انوار کی کھجور
 پس یہ تسلیم با نہیں جو اللہ کی طرف سے ہمنہ لہنی شکر کے ہیں۔ بندہ مسلم

کی ہر ایک کام میں ہر وقت عینِ ہمدردی و ہمدردی ہوتی ہے پس حقیقت صبر ہی
 ہے کہ انسان کسی طرح ملکہ و بول خاطر نہ ہو۔ اگر کوئی آدمی نہانی مخرج و عقل پر دست
 ہو۔ تو جبرج و فزع شکوہ و شکایت نہ کرے۔ لکن اتفاقاً میا ختم آنسو جاری ہو جائیں
 یا اضطرابی حالت میں چہرہ کا رنگ متغیر ہو جائے۔ تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں دیر
 صبر کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیارے بیٹے حضرت

ابراہیم کی وفات کے وقت آبدیدہ ہو گئے تھے۔ اور آپ نے اپنے غم و اندوہ و حزن و ملال کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا تھا۔

واللہ انا لفراقک یا ابراہیم | اللہ کی قسم! ابراہیم! ہم تمہاری جدائی و
لحز و فونہ | موت کی وجہ سے بہت غمزدہ ہیں۔

جب حضورؐ کے جان نثار صحابہؓ نے دریافت فرمایا۔ کہ آپ روتے ہیں؟ تو
حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ کہ اس قدر غم و ملال اور یہ اشک ریزی میرے
بس کی بات نہیں۔ میرا رونا بقاضاء رحم و رحمتِ الہی ہے۔ و انہما یوحی من
عبادۃ الرحماء۔

ان العین تذبح والقلب | آنکھ خود بخود آنسو بہاتی ہے اور دل غمزدہ ہے
یحزن ولا نقول الا ما یرضی | اور ہم اپنی زبان سے بخیر ضاء مولیٰ کے اور
ربنا۔ | کچھ کہنا نہیں چاہتے۔

فضیلتِ صبر

صبر کی فضیلت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ستر بار سے زائد قرآن شریف میں
ذکر فرمایا ہے۔ اور اس فضیلتِ محمدیہ کی بار بار خوبیاں کی ہیں۔ ایک آیت میں ارشاد
باری ہوتا ہے۔

انما یوفی الصابرین اجرہم | بیشک صبر کرنے والوں کو ان کے صبر کا بدلہ
بغیر حساب ہ | بے حساب دیا جائے گا۔

۱۔ اللہ تعالیٰ تو بس اپنے رحم کرنے والے بندوں پر ہی رحم کرتا ہے ۱۲۰
۲۔ اسی حالتِ اضطراب اور تنگی کو عرب کے ایک شاعر نے کسی کی نفوت
کے وقت کچھ کچھ بنا دیا ہے۔
فید مسلمۃ و طرف شاخص | و عشائندوب و مد مع مسلح
ذوق سلیم رکھنے والے حضرات یہاں یہ بات عیاں ہو جائے گی۔ کہ
واقعی حدائے برکزیہ نبی و رسول اور تکلف نبی بننے والے شاعر متنبی کے
کلام میں زمین و آسمان کا فرق ہے ۱۲۱

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک آیت میں ایک خاص اجر مقرر ہے مگر صبر میں اجر کی کوئی مقدار نہیں بلکہ حجاب اجر دیا جائیگا۔ یہ صبری کی توفیق ہے کہ انسان روزہ رکھتا ہے اور کھانے پینے وغیرہ سے رکاوٹ ہوتا ہے جس کی بابت حدیث قدسی میں ارشاد ہوتا ہے۔ الصوم لی۔

یہ صبری کی خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت بھی صبری کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔

الصبروا و تقوا یا تو کم من
فورحمہ هذا بملأ ذکریکم
بخمسة الاف من املککم
مسومین۔

ہاں اگر تم ثابت قدم رہو۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی سے بچو۔ اور سن تم پر پڑے آئیں۔ تو تمہارا ہر درکار پانچ ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا۔ جو نہایت

مٹان و شوکت کے ساتھ آموجود ہو گئے۔ پس جو لوگ صبر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے انوار و برکات اور اس کی رحمتیں انہی لوگوں پر نازل ہوتی ہیں جو صابر ہیں۔

ایک صحیح حدیث تشریف

میں وارد ہے کہ جب کسی مسلمان کا نچھا بچہ فوت ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فیاض الارواحِ مَدُوح کے قبض کرنے والے فرشتے ملک الموت کے دریافت کرتا ہے کہ کیا تم نے میرے بندے کے فرزند و لعین کی تسخیر قبض کی۔ وہ کہتے ہیں ہاں قبض کر لی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا تم نے میرے بندے کے میوہ و دل کو قبض کر لیا۔ فرشتے کہتے ہیں کہ ہاں قبض کر لیا۔ پھر فرشتہ کہتا ہے کہ میرے بندے نے کیا کہا۔ فرشتے کہتے ہیں کہ میں نے تیرا حمد و ثناء کی اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہا۔ یہ جواب سچو ہے حجاب الہی سے لوثا ہوتا ہے۔ کہ میرے بندے کیسے بدلتے ہیں مگر نباؤ۔ اور اس کو بہت لمحہ کے نام سے معصوم کر دو۔

الْقَدْ لَقِیَ حُرُوفُ شَعْبٍ بَعْضُ مِنْ سَبْعِ تَحْقِيقِ مَضْمُونِ بَلَدِ کَیْلِ

آتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے غلوں کے خرواک نہیں دیکھ سکتے ہیں۔
 اور ان کے لئے جو کوئی سکین دیکھ سکتا ہے تمام کے تمام ملکوں اور ملکوں
 کے لئے شہابی خاص چیز ہے یہ ملک میں غلام و ملک کی مخالفت و کجانی
 خاص مالک و آقا پر فرض ہوتی ہے۔

پس چونکہ تو ہمارا ملک آقا ہے لہذا ہمیں یہاں پر رہنا چاہیے۔ ہم بخیر
 تیری ذات کے کسی سے نہیں ڈرتے۔ ہمیں تیری مقدس ذات کے لئے یہی کوئی چیز
 ضرور نہیں پہنچا سکتی۔ نیز چونکہ ہم تیرے ملک امن و مسکن میں ہیں۔ اور وہ
 کا رزق آقا کے فضل سے ہے۔ اس لئے ہم کو ہر وقت سے شکر ادا کرنا چاہیے۔
 وَاِنَّا لِلّٰہِ رَاٰجِعُوْنَ
 بیشک ہم سب اسی کی طرف رجوع ہونے والے ہیں۔ چونکہ ہم ملک اور اس
 بندے ہیں۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ جب وہ چاہتا ہے
 ہر چیز کو اپنے لئے لے لیتا ہے۔ ہر چیز کو فریاد گھرانے کی کیلیات ہے۔ کچھ کیا کتر آیا
 مرنے ہے۔ ایک چیز لے لی جاتی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر نعم اللہ تعالیٰ عطا فرمایا
 جاتا ہے۔ کسی نے یہ کلمہ ہے۔

کسی کے مرنے سے یہ سمجھو کہ جان واپس نہیں لے گی
 بعید شان کہیم سے ہے کسی کو کچھ دے کے چھین لینا

نئی کے گھر کا چراغ

ایک روز جناب سالت باب علیہ السلام کے گھر کا چراغ ہوا کی وجہ سے
 بج گیا۔ چراغ کے جل رہنے ہی آنجناب نے انقلب و انزال پر اجول فرمایا۔
 یہ سن کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے ان ایک آپ پر
 قرآن۔ یہ بھی کوئی صحبت تھی۔ آپ نے فرمایا: میں نے یہ بھی ایک نصیحت
 ہے۔ کیونکہ جس چیز میں انسان کے دل کو صدمہ و بھاری پہنچتی ہے۔ وہی
 نصیحت ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ میں نے کہا: کوئی

مصیبت پیش آتی ہے۔ اور وہ عالم بقیاری و اضطراب میں بار بار اس مقدس آیت کو تلاوت کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس مصیبت کا نیک بدلہ عطا فرماتا ہے۔ اور اس کے حق میں اجر و ثواب کا ذخیرہ مہیا کرتا ہے۔

استخراج

انا للہ وانا الیہ راجعون پہلے نبیوں کو بھی عطا نہیں ہوا۔ ان کی امت کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے غم میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے یا اسفا علی یوسف فرمایا تھا۔

مسلمان کے لئے نہایت ضروری ہے کہ ان چار چیزوں پر کاربند ہے۔ اول تو تمام کاموں میں خدائے تعالیٰ ہی سے التجا کرے۔ دوسرے مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کہے۔ تیسرے جب کوئی نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو۔ تو الحمد للہ کہے۔ چوتھے اگر کوئی گناہ سرزد ہو۔ تو صدق دل سے نادم ہو کر اشک باری کرتے ہوئے استغفر اللہ کہے۔

درگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص الخواص خادم و فدائی حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔ کہ موت کے وقت اضطراب و بقیاری ایک جلی و طبعی امر ہے جب تم کو اپنے بھائی کے مرنے کی خبر پہنچے تو انا للہ وانا الیہ راجعون وانا الی ربنا لعقلین پڑھا کرو۔ حضرت جامیؒ فرماتے ہیں ۛ

جامی آں بہ کہ دریں مرحلہ آں پیشہ کنی
کہ زمرگ و گراں مرگ خود اندیشہ کنی

سعدیؒ ۛ

عدو گرمیر و جائے شادمانی نیت

کہ زندگانی ماحب و دانی نیت

حضرت امام احمد و امام نسائی سے روایت ہے۔ ایک شخص جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا کرتا تھا۔ اور اس کے ساتھ اس کا ایک

نخسا سا بچہ بھی پڑتا تھا۔ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا
 معلوم ہوتا ہے کہ کھالی تم اس بچے کو بہت دوست رکھتے ہو۔ کیونکہ تم اس کو
 کسی وقت اپنے پاس سے جدا نہیں کرتے۔ جو باریک بینی سے جو اندھا دیکھ کر
 یا رسول اللہ روحی فداک جیسا کہ میں اس بچے کو اس قدر دوست رکھتا ہوں
 جس قدر اللہ تعالیٰ آپ کو دوست رکھتا ہے۔ چند روز کے بعد رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو اپنی مجلس میں نہ پایا۔ لوگوں سے حال دیکھا
 فرمایا۔ انہوں نے کہا۔ کہ وہ لڑکا جو اس کے ساتھ بیٹھا تھا۔ مر گیا۔ اور اس
 بچے کے مرنے کی وجہ سے اس پر غم عظیم و اندوہ شدید لاحق ہو گیا ہے۔
 پس سن کر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کی ملاقات کے لئے
 تشریف لائے۔ اور اس سے کہا۔ کہ قیامت کے دن بہشت کے جس دروازے
 سے تم اندر داخل ہونا چاہو گے۔ یہ لڑکا دوڑ کر تمہاریے لئے بہشت کا دروازہ
 کھول دیگا۔

دوسری روایت یہ ہے۔ کہ دونوں کے دروازے پر کھڑا ہو گا۔ اور تم کو
 دونوں میں داخل ہونے سے منع کریگا۔ (کتاب الغری)

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے۔ کہ جب میرا خیال ہے فوت ہو
 گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمان نبویؐ فرمایا تھا۔
 من محمد رسول اللہ الی معاذ بن جبلؓ (حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
 جبیل السلام علیک فانی احمد سے معاذ بن جبلؓ کے نام پر سلامتی ہو) میں اس
 اللہ۔ الذی لا الہ الا هو لا اجد اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں

فَعظمَ اللہُ لکَ الاجرَ و
 الصبرَ و رزقنا
 و ایاکَ الشکر۔
 ثم ان نفوسنا و اموالنا
 ۱۰ یا محمد اللہ تعالیٰ تم کو عظیم الشان
 اجر عطا فرمائے۔ اور صبر دے۔ اور ہم کو
 اور تم کو شکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے
 پھر یہ کہ ہم کو رازا چاہئے۔ کہہ دے نفس کا مال

و اہلنا و اولادنا و اموالنا
من مواہب اللہ الہنیۃ و

عوارضہ المستودعۃ تتمتع
بھا الی اہل معدود و

یقضہا الوقت
معلوم تہ افتراض اللہ

علینا الشکر اذا عطا و
الصبر اذا ابتلی و کانت

ہذا من مواہب اللہ الہنیۃ
و عوارضہ المستودعۃ متعلقۃ

اللہ بہ فی غبطۃ و سرور و
قبضۃ بلجو کبیر ان صبرت

واجبت
فلا تجعن علیک یا معاد

ان یحبط جزعک اجرک
فتدلم علی ما فاتک فلو

قد صرت علی ثواب مصیبتک
عرفت ان المصیبة

قد قصرت عنہ و اعلم ان
الجنۃ لا یدوم تبا و لا یدفع

حزننا فلیذہب عنک
اسفک بما هو فازل بک

فکما ک قد نزل بک و السلام

و اولاد اسی طرح تمام لوگوں کے مال اہل عیال
سب کچھ سب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسا مبارک

عطیہ ہے۔ اور عاریتہ و امانت ہے۔ ایک وقت
مقررہ تک ہم اس سے نفع اٹھاتے رہتے ہیں اور

پھر وقت معلوم میں اللہ تعالیٰ اچھین لیتا ہے۔
پھر یہ بھی واضح ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کوئی

عظیمہ حجت فرمائے۔ تو ہم پر اس کا شکر واجب
اور اگر مصیبت آجائے۔ تو صبر کرنا ضروری

ہے۔ اسی طرح تمہارا یہ فوت شدہ بیٹا۔ اللہ تعالیٰ
کا عطیہ اور اس کی امانت تھی۔ جب تک اس نے چاہا۔

تم اس سے خوش ہوتے رہے۔ اور پھر اس نے
اجر عظیم کے ساتھ اس کو قبض کر لیا۔ اگر صبر

کرو گے۔ تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے۔
پس اے معاذ کہیں ایسا نہ ہو۔ جنہو نے وفزع تمہارا

اجر و ثواب کو کم کر دے اور آخرتہ میں تم کو
نا دم اور شرمندہ نہ پہنچائے۔

یہ بھی واضح رہنا چاہئے۔ کہ جزع و فزع
سیت کو واپس نہیں لاسکتا۔ اور نہ غم کو دوسرے

کر سکتا ہے۔ پس تم کو کسی طرح غم و تاسف نہ
کرا چاہئے۔

باب الحديث

فلا تطع المكلد بين دعو الوالد من
فیذ ھنوت (پ ۲۹ س ۱۴۷) تو یہی چاہتے ہیں کہ تم لایم چونو یہی ملائم ٹیسی
کسائیش دو کھیتی تھیر اس دو طرف اسے

باوستان لطف باوستان اس دارا

خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کا مندرجہ بالا شعر اکبر زب سے لکھنے اور حرج جا
بنانے کے لائق ہے۔ بلاشبہ دوستوں کے ساتھ ملطف اور دشمنوں کیساتھ مدافعت
معی و ملحوظ رکھنے سے انسان اس جہان میں خوش و خوش رہ سکتا ہے۔ اسی جہان
میں بھی کیونکہ حقوق العباد کی واروگیر حقوق اللہ سے اہم و اقدم ہے اور جب دست
دشمن کو معاملات میں اس پر حرف گیری کا موقعہ نہ مل سکیگا۔ تو حق سبحانہ و تعالیٰ جو غفور
الرحیم ہے۔ اپنے حقوق کی فرو گذاشت فرماویگا۔ اور انسان کو اس جہان کی تسائیش بھی
نعیب ہوگی۔ را ذلک علی اللہ بغیر۔

لیکن لطف و مدارات اسی حد تک مستحسن ہے کہ شائبہ مہینت سے ملوث نہ ہو۔
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ مدارات اور مہینت میں نہایت باریک
فرق ہے۔ مدارات کہا ہے۔ اپنے دین کی حفاظت اور صلاحتی کے لئے چشم پوشی کرنا
یا اس چشم پوشی میں اپنے مسلمان بھائی کی اصلاح کو مد نظر رکھنا اگر حفظ نفس
حب جاہ یا خواہش نفسانی کے لئے چشم پوشی کی جائے۔ تو وہ مدارات نہیں بلکہ مہینت
ہے۔ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ یہ تمام فضائل ایسے ہیں کہ ذرا سی بے اعتدالی
اعتدال سے تجاوز یا افراط و تفریط کی طرف میلان کرنے سے مبدل بہ ذلیل ہو جاتا
ہے۔ اسی بنا پر انساب فضائل یا اعتدال ملحوظ خاطر رکھنے کو پھر مدافعت سے تعبیر
کیا جاتا ہے جو تلوار سے تیز تر اور بال سے باریک تر ہے۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ

علیہ السلام کا مزاج و لون بدرجہ عایت وضع استقامت پر واقع تھا۔ اور ظہر
 کمال اعتدال اور جامع بین الحلال والحلال تھا جیسا کہ آپ کی شان میں حق سبحانہ
 و تعالیٰ فرماتا ہے۔ انک اسلی خلق عظیم۔ یعنی بے بنی : تو ایک خلق عظیم پر مخلوق موقوف
 ہے یعنی اپنی ذات میں تمام مکام اخلاق کا ایسا مجموعہ رکھتی ہے کہ اس پر زیادت
 متصور نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متینہ الہم میں حسن اخلاق نرعی۔ تلطف
 لامتناہی عبارات نرعی رکھنے میں کوئی دقیقہ نہ ٹھکانا چاہئیں دیکھا نہ کر دانت سے تیشہ
 محرز نہ مجتنب بلکہ۔ چنانچہ صحیح بخاری میں اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ
 رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث مروی ہے جس کا ماحصل حسب ذیل ہے۔
 ما ضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 علیہ وسلم شیئاً قطعیہ لا امرؤ ولا خادم الا ان
 یجاءہ فی سبیل اللہ وما فیل من شیئ قطعیہ یستقر من
 صاحبہ الا ان ینتھک شیئ من محارم اللہ فیستقہ اللہ
 سے کبھی کسی کو نہیں مارا۔ نہ عورت کو نہ خادم کو مگر
 اس راہ خدا میں جہاد کرتے تھے۔ اور نہ کبھی ایسا
 اتفاق ہوا کہ کسی طرح کی کوئی تکلیف دایدا قول
 فعل سے آپ کو پہنچائی گئی ہو۔ اور آپ اس کا
 بدلہ لیا ہو۔ مگر جب محارم الہی کی تہک حرمت ہوئی
 تھی تو آپ اپنے نفس کے لئے نہیں بلکہ صرف خدا
 کے لئے مار لیتے تھے۔

حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک زندگی کا ہر ایک واقعہ متبعین اسلام
 کے لئے فضائل کا ایک اعلیٰ و اکمل نمونہ پیش کرتا ہے۔ غور کرو۔ آپ کی زندگی کا آغاز
 مکہ معظمہ میں نہایت سکین کی حالت میں ہوا۔ اور جب آپ پر تبلیغ رسالت کا بار
 گرا تو ڈلا گیا تھا تو کوئی آپ کا یاد و ذکر نہ تھا۔ بلکہ کوئی آپ کی باتیں سننے کا
 بھی دور دورہ ہوتا تھا۔ آپ کے برخلاف طرح طرح کی سازشیں اور منصوبہ بازیوں کی
 جاتی تھیں۔ اور مخالفین و جانبداروں رات آپ کے نہایت دناوہ کر دینے کے
 اور پے لپٹتے تھے۔ ایسے نازک وقت میں بھی فقیری میں اپنے با و شاہی کی اور دہشت

محترم اور محتجب ہے۔ چنانچہ آپ کی کئی زندگی کا ایک مشہور واقعہ ہے۔ کہ ایک دفعہ مکہ کا ایک بڑا سردار عبدالعزیز بن عبدالمطلب آپ کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگا کہ اے میرے بھائی! میرے بیٹے اب ان کے اس کام سے دل منہ جھٹھ کر کے کا اراوہ رکھتا ہے تو مجھ سے صاف صاف بیان کر دو فرمائی چند دوسرے تجھے مال مال کرو میں۔ اگر جب جاہ و عزت سے محروم ہو کر میری حالت تسلیم کر لے تیرے اطفال سے تو نصیب کا چرہ اپنی گردن پر رکھیں۔ ان کی دولت و مالانہ فقاہت ہے۔ تو تجھے اپنا بلا شافہ متنبہ کریں۔ جو کچھ تو چاہے کہنے کی تیل میں بتو میں طریق عمل چھوڑ دو۔ اور جب کسی کے استیصال سے باز آ۔ اگر تیرے دماغ میں خستہ لیل و رقع ہو گیا ہے تو اطباء کی طرف رجوع کریں۔ اور تیرے معالجہ میں عبد و جہد کا کوئی وقت نہ کھائے۔ حضرت سردار ابن ابی اسود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ کہ جو کچھ تم نے میری نسبت بیان فرمایا۔ وہ دماغ بھی صحیح نہیں۔ مال و زر جاہ و عزت حکومت و امامت کسی چیز کا میں خواہاں نہیں۔ اور نہ میرے دماغ میں خلل ہے۔ میری حقیقت تم کو قرآن کریم کی آیات سے معلوم ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 حَمْدٌ تَنْزِلُ مِنَ الرَّحْمٰنِ
 الرَّحِیْمِ کِتَابُ فَصَلَتْ اٰیٰتِہٖ
 قُرْآٰنًا غَرِیْبًا یُّقَوْمُ یَعْلَمُوْنَ
 بِشَیْءٍ وَّ فِیْہِ اٰیٰتٍ
 فَاعْرِضْ اَلْکُتٰبَہُ فَمَنْ لَّا
 یَسْمَعُوْنَ وَّقَالُوْا لَوْ لَقٰوْا بِنٰبِیٍّ
 فِیْ اٰلَکَہٗ مَا تَدْعُوْا اِلَیْہِ
 وَفِیْ اٰذَانِنَا وُجُوْہٌ یَّنِیْنٰ

تَبْرُجُ اللّٰہُ کَلَّمَہُمْ فِیْ حَقِیْقَتِہٖ مَحْمَدًا اٰیٰہِہٖ
 ہے۔ یہ فرمان خدا کے رحمن و رحیم کے حضور
 سے صادر ہوتا ہے۔ یہ قرآن کتاب ہے جس
 کی باتیں زبان عربی میں محمد ار لوگوں کے
 لئے تفصیل کیساتھ بیان کر دی گئی ہیں۔ اے لوگو
 خوشنودی خدا کی خوشخبری سننا اور
 منکروں کو عذاب الہی سے ڈرانا ہے۔
 پر بھی اکثروں نے ان میں سے منہ مٹا
 لیا۔ اور اس کو سنتے ہی نہیں اور کہتے ہیں

وَجَعَلَ حُجَّابًا فَاَعْمَلَ بُخْرًا
 مَحْمُولًا قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ
 مِثْلُكُمْ يُوحَىٰ اِلَيَّ الْاَنْصَارُ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ
 رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لِقَوْمِكَ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُورُ
 الرَّحِيمُ
 الَّذِي يُولِیْ قَوْلَ الْكَافِرِ
 يَا اَعْزَلَ هُمْ كَافِرِيْنَ اِنَّهُمْ
 اَمَّا اَوْفَرُ اَعْمَالِهِمْ اَلَمْ يَجْعَلْ
 لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا
 عَمْرٍَ مَحْمُولًا (پہلے ہی حمد
 الشہداء ع ہاں)

کہ جس بابت کی طرف تم کو بلا رہے ہو۔ ہمارے
 بڑے تو اسی سے کہہ دوں میں میں میں یعنی تمہاری
 بات نہ دیکھو نہیں لگتی۔ اور جانے کا وہ
 میں ایک طرح کی گرانی ہے۔ جو تم کہتے ہو۔
 سیاسی نہیں دیتا۔ اور ہم میں اور تم میں
 ایک طرح کا جھوٹا میل ہے۔ تم ہم پر کسی
 طرح کا اثر نہیں ڈال سکتے۔ اگر بہتر ہے
 کہ تم اپنے طور پر عمل کے بدلہ ہم اپنے طور پر عمل
 کر رہے ہیں۔ اسلئے سبب ان تمام لوگوں سے
 کہو کہ میں بھی تم ہی جیسا نہیں ہوں۔ مگر مجھ پر

وہی آتی ہے۔ کہ تمہارا مشہور دین وہی نیک بیہودہ ہے۔ پس سیدھے اسی کی
 طرف منہ کئے چلے جاؤ۔ اور اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ اور مشرک کرنا
 والوں پر افسوس کہ وہ صدقہ نہیں دیتے۔ اور آخرت کے بھی منکر ہیں۔ البتہ جو
 لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے۔ ان کے لئے آخرت میں بڑا
 درجہ ہے۔ جو کبھی موقوف ہونے والا نہیں۔

آیات مجیدہ مرقومہ بالا کی تلاوت کے بعد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم نے ارشاد فرمایا اے اے الٰہی العبد تو نے سنا۔ اب تجھے اختیار ہے۔ کہ ان
 لوگوں سے جس راہ پر چاہے۔ اس راہ پر جاؤ۔

جب حکام و سربراہوں کی فریب و بکری سے کام لیا جائے۔ تو تمام
 قبائلی و شیعہ بد کے گناہ و جرم کا معاف ہوئے۔ اور اس چشتی جوئے کے ترتیب
 و تدبیر سے کام لکھ لیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 و آلہ وسلم کے عطا الوطاب کے پاس جا کر کہا کہ آپ کا جیتا جاتا ہے مجھ دوں
 کہ قلعہ قلعہ ہوئے ہیں۔ ہم نے اب تک آپ کا بہت احسان و ادب کیا ہے

مگر اس سے زیادہ ہمیں تاب صبر نہیں۔ آپ اس کو سمجھا دیں۔ واللہ اعلم اس کو
 تہ تیغ سید ین کر دیں گے۔ اور آپ تنہا ہم سے وعدہ برا نہیں سو سکتے۔
 مشرکین اس قسم کی دھمکی دیکر چلے گئے۔ ابوطالب نے خیال کیا۔ کہ اب معاملہ
 سید نازک ہو گیا ہے۔ سرداران قریش سے بگاڑ اچھا نہیں۔ اپنے نیک نفس
 بھتیجے کی رفاقت چھوڑ دینا بے جہتی ہے۔ بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کو بلا کر کہا۔ کہ حالات موجودہ کے تشیب و قرار پر غور و تأمل کرنے سے یہی مناسب
 معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم خاموش رہو۔ اور ان لوگوں کی تعلیم تلقین اور سید و نصیحت
 سے باز آؤ۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مونس و غمگسار
 چچا کی یہ باتیں سن کر خیال فرمایا۔ کہ اب چچا نے میری حمایت سے دست
 برداری ظاہر کی ہے۔ فوراً خدائے عزوجل پر توکل کر کے کھڑے ہوئے اور
 کمال استقلال سے اترتا دفرمایا۔ اے میرے چچا! اگر قریش آفتاب کو میرے
 دائیں طرف اور مانتاب کو بائیں طرف لا کر رکھ دیں۔ جب بھی میں اپنے ذہن
 بتلیخ رسالت سے باز نہ آؤں گا۔ اور خدائے تعالیٰ کے حکم میں ایک حرف بھی
 کم و بیش نہ کروں گا۔ خواہ اس کو کشتن و کشتن میں میرا سر جائے یا ہے جناب
 رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان صدق ترجمان سے جب یہ پُر جوش
 الفاظ صادر ہوئے۔ تو آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ اور چچا کے پاس
 سے باہر نکلے۔ ابوطالب کا دل آنحضرت صلی اللہ وسلم کے خلوص و استقلال
 اور عزم و باجزم اور ثبات سے سید متاثر ہوا۔ اس سے بھی ضبط نہ ہو سکا۔
 اور چلا کر کہا۔ کہ اے میرے بھتیجے۔ کہاں جاتے ہو؟ ادھر آؤ۔ سنو۔ جو کچھ
 تمہارے دل میں آئے۔ شوق سے کرو۔ واللہ باللہ میں ہرگز تمہاری رفاقت
 نہیں چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ ایک دن جاں میں مل جاؤں۔
 جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ثبات و استقلال
 اور عدم ہدائتہ کا ایک شمعہ بیان ہوا۔ اب اس امر کا بیان ضروری معلوم ہوتا ہے۔

کہ آپ دشمنوں کے ساتھ مدارات کیسے کرتے تھے۔ تاکہ ملاقات و ملاہنہ کا فرق معلوم ہو سکے۔ اس موضوع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زندگی کے چند واقعات ذیل میں درج کرتے ہیں۔

ایک دفعہ مکہ معظمہ میں ایسا شدید قحط پڑا کہ لوگ مائے بھوک کے پیڑے پڑیاں مردار تک کھانے لگے۔ اسی اثناء میں ابوسفیان جو اسلام کا غالی دشمن تھا اور جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابل ہونے کا دعویٰ تھا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا یا محمد! تم تو اللہ تعالیٰ کی فراموشی اور صلہ رحمی کا دعویٰ کرتے ہو۔ اور مٹھاری قوم فاقہ کشی سے مر رہی ہے۔ اس کے لئے دعا کرو۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی۔ تو خوب بارش ہوئی اور قحط سے عامۃ الناس نے نجات پائی۔

ثمamah بن اثال سردار نجد جب مشرف باسلام ہو کر اپنے وطن بالفومہ کو واپس گیا تو اُس نے مکہ معظمہ میں در آمد غلہ کا سدباب کر دیا۔ یہ امر محتجج بیان نہیں کہ اہل مکہ ہی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جلا وطن کیا تھا۔ اور بدر احد اور جندندق مختلف محاربات و معارک میں حضرت داعی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مسلمانوں کے استیصال اور قلع و قمع میں اپنی ساری طاقت صرف کر چکے تھے۔ جب لوگ غلہ کی درآمد رک جانے سے جاں بلب ہوئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ملحق ہونا پڑا۔ حضرت رحمۃ اللعالمین اس وقت باوشاہ تھے مگر آپ یہ امر منظر امتحان نہیں دیکھتے تھے۔ کہ اپنے دشمنوں کا غلہ لوگ ان کو تنگ و ذلیل کریں۔ اور اس طرح ان کو اپنا مطیع و منقاد بنائیں۔ آپ نے اپنے جانی دشمنوں کیساتھ مدارات سے دریغ نہ فرمایا۔ اور ثمamah کے نام نامہ فیض شہامہ متضمن اس معنی ارسال فرمایا کہ غلہ بدستور جانے لے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میدان حدیبیہ میں ٹھہرے ہوئے تھے

کہ اتنی آدمی کو تنہا سے صبح کے وقت جبکہ مسلمان نماز پڑھ رہے تھے۔ اس لمحہ سے اترے کہ مسلمانوں کو ہمارے کے اندر ہی قتل کر دیں۔ مگر یہ سب لوگ گرفتار ہوئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدوں کسی معاوضہ و سزا کے ان سب کو آزاد فرمایا۔ قرآن حکیم کی اس آیت مجیدہ میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

وہو الذی کف ایذیہم عنکم وایدیکم عنہم مبطن مکہ من بعد ان افض کہ علیہم وکان اللہ بھما قعولون بصیروا پ ۲۶ من الفقم ۶ ۳۳ اور مسلمانو! وہ خدا ہی تو تھا جس نے عین شہر مکہ میں تمکو کافروں پر فتح دی پیچھے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا۔ اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے اور اس قیمت جو کچھ بھی تم لوگ کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سب دیکھتا تھا۔ غور کرو حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے جو مدارات و ملائمت کا سلوک مخالفین و معاندین کے ساتھ ہو رہا تھا یہ اُسی کا نتیجہ تھا۔ کہ ان لوگوں کی جانیں بچ گئیں ورنہ کفار ناہنجار اپنے کرتوتوں سے کشتی و گردن زنی تھے۔

نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے ان کی مدارات میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا۔ ان کو مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور وہیں ان کو ان کے طور پر عبادت کرنے کی بھی اجازت دی لیکن جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کے متعلق گفتگو ہوئی۔ تو آپ نے اظہار امر حق میں ممانعت نہیں فرمائی۔ بلکہ ان کو ان کے عقائد باطلہ علی الخصوص الوہیت مسیح پر متنبہ کر کے اسلام کے اصل اصول توحید کی تلقین کی اور حکم الہی مباہلہ کو تیار ہوئے۔ اسی واقعہ کے متعلق مذبحہ ذیل آیات نازل ہوئیں۔

ان مثل عیسیٰ عند اللہ کفضل ادم خلقہ من نزل ثم قال لہ کن فیکون الحق من ربک فلا تکن من الممتون فمن حاجک

اللہ کے نزدیک جیسے آدم و ایہ عیسیٰ کہ خدا نے مٹی سے آدم کے پتیلے کو بنا کر اسکو حکم دیا کہ آدم بن آدم بن آدم بن گیا۔ لے پیغمبر یہ ہے حق بات جو تم کو تمہارے

فَبَيْنَهُمْ مَبْعَدٌ مَّا جَاءَ لَكُمْ فِي الْعِلْمِ
فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعِ ابْنَاءَنَا وَابْنَاتَنَا
مَعَكُمْ وَنُسَاءَنَا وَنُسَاءَكُمْ وَانْفُسَنَا
وَانْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللَّهِ
عَلَى الْكَاذِبِينَ ۔

پروردگار کی طرف سے بتائی جاتی ہے۔ تو
کہیں تم بھی شک کرنے والوں میں نہ ہو جانا
پھر جب تم کو عیسیٰ کی حقیقت معلوم ہوگی۔
اس کے بعد تم بھی ان کے بارہ میں کوئی ٹکٹ
جحتی کرنے لگے تو ایسے لوگوں سے کہو۔ کہ
اچھا تو میدان میں آؤ۔ اور ہم اپنے بیٹوں
کو بلائیں اور ہر تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ اور نیز ہم
اپنی بیٹیوں کو بلائیں۔ اور تم اپنی بیٹیوں کو بلاؤ۔ اور ہم اپنے بیٹوں بھی شریک کریں۔
اور تم بھی اپنے بیٹوں شریک کرو۔ پھر ہم سب ملکر خدا کی بارگاہ میں گھر گرا لیں۔ اور
جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔

باب الفقه

طہارت

اسلام نے طہارت و پاکیزگی کو مسلمانوں کا خاصہ قرار دیا ہے۔ اور اس کا
اہتمام جہد شریعت اسلام نے کیا ہے اور کسی مذہب نے نہیں کیا۔ پانچ وقت
کی نماز ہر مسلم پر فرض ہے نماز کے لئے بدن۔ لباس و مقام کا پاک ہونا ضروری ہے
اور نمازی کے لئے ہر وقت پاک و صاف پہننے کے سوا چارہ نہیں۔ کیونکہ پانچ
وقت غسل کا التزام ہر موسم میں بار خاطر ثابت ہونا۔ لہذا غسل کا قاطع مقام
وضو قرار دیا گیا جس کو ہر شخص اتنا سانی کر سکتا ہے۔ بلکہ در صورت عذر عدم وضو
پانی یا تکلیف تیسیم کو وضو کا قاطع مقام بنا دیا۔ ناپاکی یعنی نجاست بچاؤ نہ
ہر مسلم کے لئے ضروری ہے۔ لہذا نجاست کے اقسام و احکام کا ذکر کرنا مناسب
معلوم ہوتا ہے تاکہ عوام الناس اسے سمجھ کر یاد کر لیں۔

بخاست و وقم کی ہوتی ہے۔ ایک غلیظہ۔ دوسری خفیفہ۔ بخاست غلیظہ وہ ہے۔ کہ جس کا بخس سونا قرآن مجید یا حدیث ہے ثابت ہو۔ اور بخاست البسی نہیں ہے و بخاست خفیفہ ہے۔ بیت مسدود گوبر میثاب۔ بخس شرب بخاست غلیظہ ہیں۔ بدن یا کپڑے پر ایک درم بخاست غلیظہ اور ایک چوتھائی تک بخاست خفیفہ اگر لگ جائے تو معاف ہے۔ گو اس سے زیادہ معاف نہیں۔ جس پانی سے وضو کرنا جائز ہے وہ پاک ہے اور جس سے وضو کرنا جائز نہیں وہ ناپاک۔ جس پانی سے وضو ہو سکتا ہے۔ اس سے غسل بھی ہو سکتا ہے۔ اور اس سے ناپاک سے کو بھی پاک کر سکتے ہیں۔ ان پانیوں سے وضو جائز ہے۔

۱، چشمہ یا کوئیں وغیرہ کا پانی (۲، گھسی ہوئی برف کا پانی۔ ۳، وہ پاک پانی جو رکھے رکھے ہو تو آ رہو گیا ہو۔ یا کسی پاک چیز کے ٹپنے سے اس کی بو یا مزہ یا رنگ بدل گیا ہو۔ ہاں اگر پہنے کا وصف نہ رہا ہو۔ تو پھر اس سے وضو جائز نہیں۔

۴، ہٹا ہوا پانی۔ جو گھاس یا تنکے کو ہالے جائے۔

۵، ایسا کھڑا پانی جس کا رقبہ سو گز مربع ہو۔ اور وہ اتنا گہرا ہو۔ کہ چلو لینے سے زمین نہ کھل جائے۔ اسی کو شرعی اصطلاح میں وہ در وہ کہتے ہیں۔ جن پانیوں سے وضو جائز نہیں وہ یہ ہیں۔

۱، کسی دخت یا مینو کا پتھر۔

۲، وہ پانی کہ جس پر کوئی دوسری چیز اس طرح غالب ہو۔ کہ پانی کی طبیعت بدل جائے۔ جیسے شوربا وغیرہ۔

۳، وہ کھڑا پانی جو وہ در وہ سے کم ہو۔ اور اس میں کوئی ناپاک شے پڑ جائے۔ ۴، وہ پانی کہ جس کا رنگ یا بو یا کوئی اور وصف کسی چیز کے گرے سے ناپاک سے بدل جائے۔ ایسا ہٹا ہوا یا کھڑا پانی جس میں بخاست کا اثر غالب ہو۔

۱۵۔ مستعمل پانی۔

۱۶۔ حرام جانور کا جوٹھا پانی۔

بہتے ہوئے یا وہ درودہ پانی میں کوئی چیز مردار نظر آئے۔ تو اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ پر وضو کریں۔ حرام جانور کا جوٹھا پانی اور پسینہ ناپاک ہے۔ بلی۔ پھرتی پھرتی۔ مرغی۔ شکاری پرندوں اور حشرات الارض کا مکروہ۔ گدھے اور خچر کا مشکوک۔ حلال جانور کا پاک۔ مکروہ پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے ہاں اگر پانی نہ ملے۔ تو اس سے وضو کر کے نماز پڑھ لے۔ اگر مشکوک پانی ملے۔ تو اس سے وضو بھی کرے اور سیم بھی۔ حوض یا تالاب یا کوئیں کا کھڑا پانی جو وہ درودہ سے کم ہو۔ کسی نجاست غلیظ یا خفیف کے ملنے سے ناپاک ہو جاتا ہے جانوروں میں سے جو جانور پانی کے اندر پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے عجلی عجلی دار وغیرہ اور وہ جانور جن کے بدن میں خون جاری نہیں ہوتا۔ جیسے بھڑ۔ کہی۔ چبڑی۔ چھپر وغیرہ اگر پانی میں مرجائیں۔ تو پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ کنوئیں میں اگر نجاست غلیظ یا خفیف پڑ جائے۔ تو وہ ناپاک ہو جاتا ہے۔ کنوئیں کو پاک کرنے کے لئے تین سو ڈول مسلسل نگانا نکلانے واجب ہیں۔

کنوئیں میں اگر کوئی جانور گر جائے۔ اور زندہ برآمد ہو۔ تو خواہ جانور کا منہ پانی میں جائے یا نہ جائے۔ اگر اس کا جوٹھا ناپاک تو تین سو ڈول نکالیں اور اگر اس کا جوٹھا مکروہ ہے۔ یا مشکوک ہے۔ تو دس سو ڈول نکالنے مستحب ہیں۔ اگر جانور ایسا ہو۔ کہ اس کا جوٹھا پاک ہے۔ مگر اس کے بدن پر نجاست ہے۔ تو بھی تین سو ڈول نکالنے چاہئیں۔

اگر جانور مرا ہوا نکلے۔ اور گلنے سڑنے کی نوبت کو نہ پہنچا ہو۔ تو بڑے جانور مثلاً کتا۔ بلی۔ بٹور وغیرہ کے لئے تین سو ڈول نکالیں۔ اور کبوتر۔ مرغی وغیرہ کے لئے چالیس ڈول نکالنے واجب اور سادہ مستحب ہیں۔ اگر جانور چھوٹا ہو جیسے چوہا۔ چمچہ۔ بڑ۔ چڑیا وغیرہ تو تیس ڈول نکالنے واجب

اور تیس نکالنے منتخب ہیں۔

سلک خواہر

۱۔ فضیل بن عباس فرماتے ہیں۔ جو صاحب بدعت سے ہنشتیں ہو حکمت سے محروم ہو جاتا ہے۔

۲۔ ذوالنون مصریٰ کا قول ہے۔ حب اللہ کی علامت حبیب اللہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع اخلاق اعمال ادھر اور سن میں ہے۔

۳۔ ابوبکر دقاق جو جنید بغدادی کے ہم عصر تھے فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ جنگل میں گزرتے ہوئے میرے دل میں خیال گذرا۔ کہ علم حقیقت اور شے ہے علم شریعت اور شے۔ ہاتھ نے آواز دیا۔ کہ جو حقیقت شریعت کا اتباع نہ کرے کفر ہے۔

۴۔ ابوبکر ثرمذی نے فرمایا۔ اہل محبت کے بغیر کامل اوصاف کوئی نہیں ہوتا۔ اور محبت اتباع سنت و ترک بدعت سے حاصل ہوتی ہے۔

۵۔ ابو محمد بن عبد الوہاب ثقفی فرماتے ہیں۔ کوئی عمل قبول نہیں ہوتا جب صحیح نہ ہو۔ اور صحیح نہیں ہوتا جب تک خالص نہ ہو۔ اور خالص وہی ہوتا ہے۔ جو موافق سنت ہو۔

۶۔ ابو یزید بسطامی فرماتے ہیں۔ میں نے تیس سال مجاہدہ کیا۔ علم اور متابعت علم سے بڑھ کر کوئی چیز میں نے نہ پائی۔ اور متابعت علم متابعت سنت کا نام ہے لا غیر۔

۷۔ ابو عمر حاجی جو کہ جنید و ثوری کے اصحاب میں سے ہوئے ہیں فرماتے ہیں جاہلیت میں لوگ عقول و طبائع کی اتباع کرتے تھے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور اتباع شریعت کی جانب ان کو گایا

عقل صحیح وہ ہے۔ جو سخن فی الشرع کو مستحسن اور قبیح فی الشرع کو قبیح جانے۔

۸۔ اسماعیل بن محمد سلمی سے پوچھا گیا۔ بندے کو کیا کرنا چاہیے۔ فرمایا ملازمۃ الجودینۃ علی السنۃ و دوام المراقبۃ۔ بطور سنت عبودیت اختیار کرے اور مراقبہ پر دوام کرے۔

۹۔ ابو عثمان المغزی تونسی فرماتے ہیں۔ کہ بندے پر لازم ہے۔ کہ حدود اللہ سے نہ تجاوز کرے نہ کوتاہی۔ "وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ" جو حدود اللہ سے تجاوز کرتا ہے۔ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے۔

۱۰۔ سہل تستری فرماتے ہیں۔ جو فعل کر بندہ اتباع شریعت کے بغیر کرتا ہے۔ چاہے عبادت ہو یا معصیت وہ عیش نفس ہے۔ اور اتباع ہوا ہے اور جو اتباع شریعت سے کرتا ہے وہ عتاب علی النفس ہے۔ چونکہ اس میں ہوا کا دخل نہیں۔ اتباع ہوا مذموم ہے ترک ہوا مقصود۔

۱۱۔ زید بسطامی فرماتے ہیں۔ اگر کسی کو ہوائیں اڑتے دیکھو تو اس کی کراہت کے دھوکے میں نہ آنا تا وقتیکہ یہ نہ جانے لو۔ کہ اوامر و نواہی اور حفظ آداب و حدود شریعت میں کیا حال ہے۔

۱۲۔ سہل تستری فرماتے ہیں۔ اصول تصوف سات ہیں۔ راہ تمسک بہ کتاب اللہ، اتباع بہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

رہ، حلال کھانا، رہ، اذیت بہ خلق سے باز رہنا۔ رہ، گناہ و معاصی سے گزیر و اعراض کرنا۔ رہ، انوبہ کو شیوہ بنانا، رہ، حقوق کو ادا کرنا۔

۱۳۔ ابوسلیمان درانی فرماتے ہیں۔ کئی دفعہ میرے دل میں مختلف خیال گذرتے ہیں۔ لیکن انہیں دو عادل گواہوں قرآن اور سنت کے پیش کرتا ہوں۔ اگر مطابق ہوں فہما۔ ورنہ چھوڑ دیتا ہوں۔

۱۴۔ احمد بن ابی الحواری فرماتے ہیں۔ جس نے بلا اتباع سنت عمل کیا اس نے

اپنے عمل کو ضائع کیا۔

۱۵۔ محمد بن فضل لمبھی فرماتے ہیں۔ چار چیزوں سے اسلام ضائع ہوتا ہے۔

(۱) جس کو جانتے ہیں اس پر عمل نہ کرنے سے۔

(۲) جو نہیں جانتے۔ اس پر عمل کرنے سے۔

(۳) جو نہیں جانتے اس کو نہ سیکھنے سے۔

(۴) سیکھنے والے لوگوں کو منع کرنے سے۔

۱۶۔ یہی فرماتے ہیں۔ خدا کو زیادہ جاننے والا وہ ہے جو اس کے احکام و

نواہی کا پورا پورا کاربند ہو۔ اور اس کے نبی کی سنت کی اتباع کرے۔

۱۷۔ ابوالحسن نووی فرماتے ہیں۔ جو ولی اللہ ہونے کا دعویٰ کرے اور خود

شرعی سے متجاوز ہو۔ اس کے نزدیک نہ جائے۔

۱۸۔ شاہ کرمانی فرماتے ہیں۔ جو اپنی نظر کو محارم سے بچائے۔ نفس کو شہوات

سے روکے۔ باطن کو مراقبہ سے محمور کرے۔ اتباع سنت کو سداً اکل

حلال کی عادت ڈالے۔ اس کی فراست کبھی خطا نہیں کرتی۔

۱۹۔ ابراہیم خواص فرماتے ہیں۔ علم کثرۃ روایت کا نام نہیں ہے۔ عالم وہ ہے

جو علم کی اتباع کرے۔ اور اس پر عمل کرے۔ اور اتباع سنت کرے۔

اگرچہ قلیل علم ہی ہو۔

۲۰۔ آپ سے پوچھا گیا۔ غایت کس میں ہے۔ فرمایا چار چیزوں میں۔

(۱) دین بفریبعت کے ہو۔ (۲) عمل ببلد لغت ہو۔ (۳)

(۴) قلب غیر مشغول ہو۔ (۵) نفس بلا شہوت ہو۔

(۶) اقتباص از لا غصام للشافعی

وہی ہے جو کلمہ گوئی میں ہادی سکون و خواب

وہی ہے جو کلمہ گوئی میں ہادی سکون و خواب

وہی ہے جو کلمہ گوئی میں ہادی سکون و خواب

اسلام میں واداری

جبکہ بطریق بیت المقدس کے ہمراہ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ اپنا مقدسہ کی زیارت کرتے ہوئے کینۃ القیامتہ میں پہنچے۔ تو نماز کا وقت آگیا۔ بطریق نے عرض کیا۔ کہ امیر المؤمنین یہیں کنیہ ہی میں نماز ادا فرمائیں۔ لیکن خلیفہ نے تجاہل و دور اندیشی فرمایا۔ کہ اگر میں نے ایسا کیا۔ تو اہل اسلام اس گرجا پر آئندہ دعویٰ کرینگے۔ کہ وہ اسلامی معبد ہے۔ یہ تھی اس اخلاق کو رقوم کے حق میں خیر اندیشی جو ایک مسلمان بادشاہ نے کی۔

امیر معاویہؓ نے الرہا کے ایک گرجا کو عیسائی رعایا کی درخواست پر دوبارہ تعمیر کرا دیا۔ دمشق کی فتح کے بعد شہر میں مسجد نہ بنانے کی وجہ سے اسلامی لشکر سینے پوسنا کے کنیہ میں نماز ادا کیا کرتا تھا۔ لیکن اس طرح کہ نصف میں مسلمان عبادت کرتے تھے۔ اور نصف میں عیسائی۔ یہ تھی مسلمانوں کی رعیت نوازی اور انصاف جس کی بنا پر عیسائی اور مسلمانوں نے ایک چھت کے نیچے انہی برس تک خدا کی عبادت کی۔

خلیفہ عبد الملک کے ۷۵۰ء و ۷۵۵ء عہد خلافت میں ایک اور گرجا الرہا اور دو گرجے مصر کے شہر الفسطاط میں تعمیر ہوئے۔ موضع حلوان میں جو الفسطاط کے قریب ہے ایک گرجا سینٹ جارج کے نام سے تعمیر ہوا۔

۸۰۰ء میں ایک یعقوبی کلیسہ الطائیفہ میں خلیفہ ولید کے حکم سے تعمیر ہوا۔ خالد الکری نے جو ۷۲۴ء سے ۷۳۸ء تک عراق عرب عراق عجم کا گورنار رہا۔ ایک

۱۔ پرنسپل آف اسلام صفحہ ۱۷۲، مصنفہ آرڈر۔ ۲۔ نیکلے پہلی جلد صفحہ ۳۸۔

۳۔ پرنسپل آف اسلام صفحہ ۷۰۔ ۴۔ پرنسپل آف اسلام صفحہ نمبر ۸۰۔

۵۔ اوپنٹکس ٹوم ۲ صفحہ ۳۶۹۔

کلیسہ تیار کرایا۔ ۱۵۹ء میں نصیبین میں ایک گرجا کی تعمیر ختم ہوئی جس پر پطران
 چھبیس ہزار دینار کی رقم صرف کی۔ انھوں نے صدی عیسوی میں ابوسرجہ کے
 کلیسہ کی تعمیر بنانا چاہیے۔ جو قدیم قاهرہ کے رومی قلعہ میں بنایا گیا۔ خلیفہ مہدی
 ۱۵۸۵ء کے عہد حکومت میں ایک گرجا بغداد میں عیسائی قیدیوں کیواسطے
 تعمیر کرایا گیا۔ قیدی اس وقت قید ہوئے تھے۔ جبکہ اہل اسلام کی لڑائیاں روم
 کی عیسائی سلطنت سے ہو رہی تھیں۔ بغداد میں دوسرا کلیسہ خلیفہ ہارون الرشید
 ۱۹۰ء کے عہد خلافت میں تعمیر ہوا۔ بابل میں ایک بڑا عالیشان گرجا
 خلیفہ ہارون الرشید ہی کے زمانہ میں تعمیر ہوا جس میں دانیال رسول اور
 خذیل رسول کے تابوت رکھے ہوئے تھے۔ خلیفہ مامون الرشید ۳۳۳ھ
 جب مصر میں تھا۔ تو اپنے دو مغربین دربار کو حکم دیا۔ کہ معظم کی بہاڑی پر جو قاهرہ
 کے قریب تھی۔ گرجا بنائیں۔ اور اسی خلیفہ کی اجازت سے ایک دولت مند
 عیسائی نے جس کا نام بکام تھا۔ کئی خوبصورت گرجا یورپ میں تعمیر کرائے بطوری
 بطریق تو تھیں نے جو ۱۵۸۵ء میں مرا ایک گرجا تاربت میں اور ایک خالقہ
 بغداد میں تعمیر کرائی۔ دسویں صدی عیسوی میں ابوسیفین کا ایک خوش تماقبلی
 گرجا الفسطاط میں تعمیر ہوا۔ عضدالدولہ بویہ ۸۲۰-۹۰۹ء جبکہ جنولی فارس اور
 عراق پر مسلط تھا۔ تو اس کے مسیحی المذہب وزیر اعظم نصر ابن ہارون متعدد
 گرجا اور خانقاہیں تعمیر کرائیں۔ فاطمی خاندان مصر کے ساتویں خلیفہ الظاہر
 ۳۵۰-۴۰۱ء کے عہد میں ایک گرجا تعمیر ہوا۔ عباسی خلیفہ مضعفی ۸۰-۱۱۰۰ء کے

۱۵۹ء جون کریمر (۱) جلد دوم صفحہ ۱۷۵ ابن خلکان جلد اول صفحہ ۸۵ء ۱۵۹ء
 نصیبی صفحہ ۱۲۸ ۱۵۹ء بکرمصر کے قدیم مصری کلیسا جلد اول صفحہ ۸۱ مطبوعہ آکسفورڈ
 ۱۸۸۶ء ۱۵۹ء یا قوت جلد دوم صفحہ ۶۶۔ ۱۵۹ء یا قوت جلد دوم صفحہ ۶۰ ۱۵۹ء کرو
 وی شکل گریڈ صفحہ ۶۶ ۱۵۹ء آرمیٹوس صفحہ ۱۳۰ و ۳۲۲ ۱۵۹ء جون کریمر (۱) جلد دوم صفحہ ۱۷۵
 ۱۵۹ء بکرمصر کے قدیم قبطی گرجا جلد اول صفحہ ۷۶ ۱۵۹ء رتود صفحہ ۲۹۹۔

عہد میں ایک گرجا تعمیر ہوا۔ عباسی خلیفہ مصنفی ۸۰۰ھ کے عہد میں نے گرجا اور خانقاہیں ۸۷۰ھ میں الفسطاط میں ایک گرجا تعمیر ہوا۔ اور
بیدڑی دیپور درجن کے نام سے موسوم ہوا۔

یہ ہیں تھوڑی سی مہربانیاں اور مسادات کا نمونہ۔ جو دکھایا گیا۔ ورنہ اگر
عیسائیوں کی طرح مسلمان بھی پیش آتے۔ تو کیا ممکن تھا کہ آج ایک عیسائی دنیا
میں نظر آتا۔ اور گرجے تو درکنار انجیل بھی ڈھونڈے نہ ملتے۔ جو گرجاؤں کا
نقشہ کھینچتے۔

آسمانی آواز

از جناب محمود حسن صاحب محمود۔ اسرائیلی

<p>وقت غفلت نہیں راحت کا طلبگار نہ ہو حیف ہے تجھ پر اگر اب بھی تو بیدار نہ ہو کوئی بھی ہے کہ قفس سے جسے اب عار نہ ہو باخبر کر اسے اب تک جو خبر دار نہ ہو غلغلہ ہوتا اور گرمی بازار نہ ہو؟ اثر سوز دکھا۔ جو گرا بیتار نہ ہو پست ہمت نہ ہو شرمندہ اغیار نہ ہو کوئی آسان بھی ایسی ہے جو وشتوار نہ ہو</p>	<p>مسلم ختم جگر خائف آزار نہ ہو جانب شرق ہوا حسرت و رکا ظہور مخربستان کی نواؤں سے چن گوچ آٹھا جو فطرت اسلام سے غافل تو بھی چشم خفتہ سے کیا کرتا تھا فتنے بیدار صورت برق سبق سے پیش اندوزی کا جانفشانی کا شرم گلشن عالم سے لے مشکلیں ہوتی ہیں حل بہت مردانہ سے</p>
---	---

صحن بستیاں میں ذرا فطرت شمشاد کو دیکھ
داستانِ قیس کی پڑھ ہمتِ سر ہاؤ کو دیکھ

(ماخوذ)

صدائے اتحاد کا جواب

دہریت و اتحاد منظم ہو کر جمیع ادیان و مذاہب پر یکجہ حملہ آور ہے مسلمانوں کی حالت نہایت نازک ہے۔ اسلام کو مٹانے اور اعتقادِ ایمان کو غیر ضروری قرار دینے اور صرف عمل کو ہی مدارِ نجات قرار دینے پر انتہائی زور صرف کیا جا رہا ہے لیکن کاغذ پر ہوا ہے۔ اور اتحاد کی تبلیغ اس رنگ میں کی جا رہی ہے کہ ساوہ نور مسلمان اس کی حقیقت سمجھ ہی نہیں سکتے۔ اسلام نے دنیا میں فرقہ بندی قائم کی۔ کفر اور اسلام۔ حزب اللہ اور حزب المشیطان۔ اصحابِ انجمن اور اصحاب النار کا امتیاز قائم کیا۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کی تہذیب کو مذکورہ مسجد کو خدا کے حکم سے جلوا دیا۔ اور سوارِ اعظم سے جدا ہونے والوں کیسے وعید فرمائی۔ اسلام مجموعہ عقائد ہے۔ جو اسلام کے عقائد سے روگردانی کرے اسے مسلم کہنا اتحاد کے مراد ہے۔ آج کل ایک فرقہ بندی کے خلاف پورے زور سے جاری ہے۔ اخبارِ حمایتِ اسلام لاہور نے ایک سلسلہ مضامین بعنوان ”اسلام کی تشبیہ اسلام کا خون“ شروع کر رکھا ہے۔ اس کے جواب میں اب تک دو مضمون شائع ہو چکے ہیں ایک میر غلام بھیک صاحب نیزنگ وکیل انارکا اور دوسرا پروفیسر محمود علی صاحب۔ دونوں مضمون رسالہ کی اشاعت موجودہ میں درج کئے جاتے ہیں۔ چونکہ رسالہ ہذا کے اجراء کا سب سے بڑا مقصد اتحاد و دہریت کے سیلاب کی روک تھام ہے۔ لہذا اپنے ناظرین کو ایسے دلائل اور عمدہ مضامین سے محروم نہ کھنے کو جی نہیں چاہتا۔ قارئین کرام سے اتنا ہے کہ بغور مطالعہ فرما کر اپنے احباب کو بھی کجروی سے بچائیں۔

(بیازمند مدیر)

ملتِ اسلامیہ کے انتشار و افشاق کے اسباب

مخبر از حمایتِ اسلام مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۳۱ء۔ از جناب سید غلام بھیک صاحب نیزنگ بی۔ اے

۱۶ مارچ ۱۹۳۳ء کے حمایت اسلام میں ایک افتتاحیہ شائع ہوا ہے۔ جس کا عنوان ہے اسلام کی تشریح سے اسلام کا خون۔ اس مضمون میں نہایت عبرت انگیز طریقے سے یہ دکھایا گیا ہے۔ کہ مذہبی فرقہ بندی کے سبب ملت اسلامیہ ایسے گمراہوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔ جو ایک دوسرے کے مقابلہ میں تحریری و تقریری جنگ آزمائی کر کے اپنی طاقتوں کو ضائع کرتے ہیں۔ ہونا یہ چاہئے تھا۔ کہ یہ مذہبی فرقے آپس میں امن کیساتھ رہتے۔ اور غیر مسلم اقوام میں اٹا عمت اسلام کرتے۔

اس مضمون میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ اس کا ایک لفظ بھی ایسا نہیں۔ جس سے کوئی واقف حالات انکار کر سکے۔ لیکن یہاں اس مضمون کے حوالے سے مدیر حمایت اسلام نے ایک گشتی چھیٹی جاری کی ہے۔ جس میں انہوں نے یہ رائے پیش کی ہے۔ کہ دنیا بھر میں اسلام میں شدید انتشار و افتراق کی ذمہ داری مذہبی فرقہ بندی اور عداوت آرائی پر عائد ہوتی ہے۔ اگر ان الفاظ سے یہ مراد ہے کہ مسلمانوں کے انتشار و افتراق کا اہم سبب مذہبی فرقہ بندی بھی ہے۔ تو مجھ کو اس رائے سے اتفاق ہے اگر یہ مطلب ہے کہ اس انتشار و افتراق کا واحد اور تنہا سبب مذہبی فرقہ بندی ہے۔ تو میں اس رائے سے اتفاق نہیں کر سکتا۔

ملت اسلامیہ میں کچھ یا دنیا بھر میں انتشار و افتراق یقیناً موجود ہے مگر اس کے اسباب متعدد اور مختلف ہیں۔ اگر تمام عالم اسلام کے حالات کا ذکر کیا جائے۔ تو مضمون بہت طویل ہو جائیگا۔ اس لئے صرف ہندوستان کے مسلمانوں کے بیچے اور غور کیجئے۔ مضمون کا یہ حصہ بڑی بحث چاہتا ہے۔ لیکن میں اختصار کے ساتھ ان اسباب کو مدح کرتا ہوں۔ جو میری رائے میں انتشار و افتراق کے ذمہ دار ہیں۔

تعلیم اسلام سے بے خبری

عامۃ المسلمین کے انتشار و افتراق کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ اس کو دور کرنے والی چیز ان کو میسر نہیں آئی مسلمان بھلانے والوں کی اکثریت کو اسلام کی تعلیم ہی نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے ان میں احساس اخوت پیدا نہیں ہوا۔

وہ اپنی اصلاح کی برادری کو جانتے ہیں اور مانتے ہیں۔ ذات پات کے رسم و رواج سے واقف ہیں۔ اور اس کے پابند ہیں۔ مگر ان کی برادری سے بڑی جو ایک عالمگیر برادری ہے۔ وہ ان کو کسی نے سہاٹی ہی نہیں۔ بھروسہ کیا جانیں۔ کہ مسلمان مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور ان کو مل جل کر محبت سے رہنا چاہئے۔ ایک دوسرے سے ہمدردی کرنی چاہئے۔ ایک دوسرے کی امداد کرنی چاہئے۔ کم از کم ایک دوسرے سے حد بغض کینہ نہیں رکھنا چاہئے۔ آپ چاہتے ہیں کہ دسی شہمال نہ کرنی پڑے اور جھاڑو کے تنکے بھر بھی بندھے رہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

اسلام کی ادھوری اور سطحی تعلیم

جن لوگوں کو اسلام کی تعلیم دی گئی ہے۔ ان میں بڑی بھاری اکثریت ان لوگوں کی ہے جن کو نہایت ادھوری اور محض سطحی تعلیم دی گئی ہے۔ اسلام ان کا عقیدہ تو بن گیا ہے مگر ان کی زندگی نہیں بنا۔ انہوں نے حقوق اللہ کسی حد تک سیکھے ہیں مگر حقوق العباد نہیں سیکھے۔ عبادت ہے مگر کھوکھلی اور بے ذوق نماز روزے کے پابند ہیں مگر حقوق العباد کے تلف کرنے میں جری اور بیباک۔

اگر اسلام کی تعلیم پورے طور سے دی جاتی۔ اور اسلام دل میں گڑ جاتا۔ تو یہ حالت نہ ہوتی۔ اور جب علمی مذہبیت آعادة کا لطیفۃ الثانیہ بن جاتی۔ تو آخر کا احساس بھی ضرور پیدا ہوتا۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا کو ایک واجب العمل حکم اور انتشار و افتراق کو خلاف احکام اسلام سمجھتے۔

عام عقلی سطح کی لپٹی } اب تک جو لکھا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ اخوت کے ایک روحانی احساس کا سامان موجود نہیں۔

اصلی سامان یہی ہے۔ کہ مختلف النسل مختلف السنہ مختلف الوطن مختلف الحالات لوگوں کے درمیان اگر کوئی رشتہ ہو سکتا ہے تو وہ روحانی ہی ہو سکتا ہے۔

روحانی رشتہ کو توڑ دیجئے یا کمزور کر دیجئے۔ تو انتشار و افتراق سے چارہ نہیں مگر دوسرے ذبچے پر یہ بھی ہو سکتا تھا۔ کہ اتفاق و اتحاد و برادری کے فوائد کو عقلی

طور پر سمجھتے۔ اور ایک فرض مذہبی کے بجائے ایک حکمت عقلی کی حیثیت سے اتحاد قائم رکھتے۔ اور افتراق سے بچتے۔ لیکن ایک عرصہ دراز سے ملت اسلامیہ کی تعلیمی حالت ایسی ہی ہے۔ کہ اس کی عقلی سطح نہایت پست ہو گئی ہے۔ اور وہ ایک مغلوب انجذابات قوم بن گئی ہے۔ مفید سے مفید بات عقلی طور سے سمجھائیے۔ مگر وہ آمادہ عمل نہ ہونگے۔ اُن کے جذبات کو ذرا مہر کاہیے۔ تو گھبراٹا دیں گے۔ اور سرکھڑا لیں گے۔ ایسی طفلانہ وسوسیت کی قوم ولا قناذعو فتغنشلوا ارتدھب من بحیم کے فلسفے کو کیونکر سمجھ سکتی ہے۔ جن لوگوں کی عقل موٹی موٹی باتوں کو نہ سمجھ سکے۔ وہ رواداری کو کس طرح سمجھیں۔

رہنماؤنکی عقل کاری | سنت اللہ اسی طرح جاری ہے۔ کہ کچھ متنازلوگ عامۃ الناس کی شیعہ ازہ بندی کر کے دالے ہوا کرتے ہیں۔ انسانوں کی تمام تواریخ میں یہی ہوتا آیا ہے۔ ایک سرگروہ ہوتا ہے۔ اور بہت سی مخلوق اس کا کہنا مانا کرتی ہے۔ مختلف ملکوں اور ملتوں کی اصلاحات مختلف ہیں۔ مگر مطلب ایک ہی ہے۔ ملت اسلامیہ کی اصلاح میں وہ سرگروہ کبھی نبی ہوتا ہے۔ کبھی امام ہوتا ہے۔ کبھی مجتہد ہوتا ہے۔ مفتی ہوتا ہے۔ واعظ ہوتا ہے۔ مرشد ہوتا ہے۔ اور اس زمانے کی اصلاح میں لیڈر ہوتا ہے۔ نبوت یقیناً ختم ہو گئی۔ ملت اسلامیہ کے سوا اعظم کے نزدیک اجتہاد بھی عملاً ختم ہو گیا ہے۔ دوسرے منصب بھی باقی ہیں۔ قرآن کریم کی زبان میں اہل الذکر اور اولوالامر کا وجود اب بھی ہے۔ یا کم از کم ہونا چاہئے۔ اب آپ دیکھ لیجئے۔ کہ دونوں گروہوں کی کیا حالت ہے۔ علماء اہل الذکر کی شکایت تو سبھی کرتے ہیں۔ کہ وہ فرقہ بندی کو صرف قائم ہی نہیں رکھ سکتے بلکہ ترقی دیتے ہیں اور نئے نئے فرقے بھی ایجاد کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے لیڈروں (اولوالامر) کا کیا حال ہے۔ سبب خواہ کچھ ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ حضرات بھی آپس کے اختلاف رائے کو مخالفت اور عداوت تک پہنچا رہے ہیں۔ مفتیان مذہب پر تو الزام ہے۔ کہ وہ کفر کے فتوے دیتے ہیں۔ مگر ان حضرات

کی سیاسی کفیر کو تو ملا خط فرمائیے۔ انگریز پرست۔ قوم فروش۔ ملت فروش۔
 نہروانی مخلوطی مشروطی۔ غدار۔ ٹوٹھی اور کیا گیا یہ سب سیاسی کفر کے فتوے
 ہمیں تو اور کیا ہیں۔ یہ سیاسی فرقہ بندی مذہبی فرقہ بندی سے کچھ کم ہاش
 انتشار و افتراق نہیں ہے۔ اس کے نتائج کچھ کم مہلک نہیں۔ جس طرح
 مذہبی فرقہ بندی کے سبب ملت اسلامیہ اس وقت مفلوج ہو رہی ہے اسی
 طرح سیاسی فرقہ بندی کے باعث سیاسیات میں اتحاد مسلمانوں کی کوئی
 آواز ہی نہیں۔ جس کو سننے کی کوئی غیر مسلم قوم یا کوئی حکومت پروا کرے۔ یہ
 جو کچھ کہتا ہے اس کو عمر و غلط ثابت کر دیتا ہے۔ عمر و جو کچھ کہتا ہے اس کا ابطال
 بکر کر دیتا ہے۔ اور خالد زید اور عمرو اور بکر تینوں کو جھوٹا ثابت کر دکھاتا ہے۔
 لیڈر بچوں کی طرح آپس میں گتھم گتھا ہوتے ہیں۔ یہ اس کی ٹوٹی اتار کر پھینک دیتا
 ہے۔ اور وہ اس کی پگڑھی اتار کر پاؤں میں روند ڈالتا ہے۔

تعلیم جدید کی ناکامی

یہ توقع کی جاتی تھی کہ جبکہ یہ تعلیم مسلمانوں میں ایک نئی روح چھونکے گی۔
 مگر اس وقت یہ توقع بھی پوری نہ ہوئی۔ اور اگر حالات کی رفتار یہی رہی۔ جو
 اس وقت ہے۔ تو آئندہ بھی تعلیم جدید کی پیداوار سے کوئی امید نہیں۔ یہ
 دوستان طویل اور المناک ہے۔ ہمارے برادران وطن جس قدر مغربی تعلیم میں
 ترقی کرتے ہیں۔ اُسی قدر اپنے ماضی سے اُن کا تعلق بڑھتا جاتا ہے۔ وہ اپنے
 مذہب اپنے تمدن اپنی معاشرت کے زیادہ دلدادہ ہوتے جاتے ہیں مسلمانوں
 نے جہاں انگریزی کے چار حرف لکھے۔ وہ مکمل صاحب بہادر بن جاتے ہیں اسلام
 عقائد۔ اسلامی عبادات۔ اسلامی تمدن۔ اسلامی معاشرت ان کے لئے باعث
 شرم ہو جاتے ہیں۔ مذہب کی ہنسی اڑانا اُن کا محبوب مشغلہ اور شرم کی
 مذہبی پابندیوں سے آڑ ہو جانا اور دوسروں کو آزار کرنا اُن کا مقصد حیات
 بن جاتا ہے۔

اس حالت کے اسباب بڑی تفصیل چاہتے ہیں۔ لیکن اختصار کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ جن مسلمانوں کے ہاتھ میں مسلمان بچوں کی جدید تعلیم کا حال نہ مستقبل ہے۔ وہ عموماً مذہب بیکانہ ہیں۔ پھر لاد مذہبی کی ترقی نہ ہو تو کیا ہو پھول کے درخت کا پھل آم تو نہیں ہو سکتا۔ جب ان انگریزی خوان مسلم زادوں کو اسلام سے مل نہیں۔ ان میں اسلام کی بوباس نہیں تو وہ مسلمانوں کو اپنا بھائی کس بنیاد پر سمجھیں۔ نسلیں مختلف قبائل مختلف پیشے مختلف اغراض الگ مقاصد الگ مشترک چیز صرف مذہب تھا۔ وہ باقی نہیں۔ پھر وہ جھاڑو کے بکھرے ہوئے تنکے نہ ہوں تو اور کیا ہوں۔ انتشار و اقتراق نہ ہو تو اور کیا ہو۔

حمایت اسلام کا جواب

مضمون مذکورہ بالا کے جواب میں اجناسائیت اسلام مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۱۱ء میں حسب ذیل نوٹ شائع ہوا۔

۱، اگر مسلمان تعلیم اسلام سے بے خبر ہیں (۲، اگر اسلام کی ادھوری اور سطحی تعلیم ان میں آئی ہے) (۳، اگر ان کی عام عقلی سطح پست ہے)۔

۴، اگر ان کے دماغ غلط کار ہیں۔ ۵، اگر تعلیم جدید ان میں ناکام ہوئی ہے۔

تو ارشاد ہو کہ ان سب باتوں کا اصل سبب کیا ہے؟ کیا یہ تمام نقائص خود اسی مذہبی فرقہ بندی کا نتیجہ نہیں ہیں؟ کیا یہ غلط ہے کہ علماء کرام جن کے ہاتھوں میں عوام کی باگ ہے۔ فرقہ دارانہ اغراض میں مصروف و منہمک رہے۔ اور انہوں نے کبھی مسلمانوں کی توجہ کو صحیح طور پر ان امور کی طرف مائل نہیں ہونے دیا؟ ان کا فرض تھا کہ وہ مسلمانوں کو تعلیم اسلام سے باخبر کرتے اور ان کی عام عقلی سطح کو تعلیم قرآن سے بلند کرتے۔ تعلیم قدیم کو ان میں قائم رکھنے کے علاوہ تعلیم جدید کی برکات سے ان کو بہرہ اندوز ہونے کی ترغیب دلائی۔ لیکن وہ خود مناظرہ اور مجادلہ کے دلدل میں پھنسے رہے۔ اور لوگوں کو بھی پھنسا رکھا۔ کفر و تکفر کے آئے چلاتے رہے۔ اور کبھی مسلمانوں کی توجہ کو منصف

مشاغل کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیا۔ اگر فرقہ بندی نہ ہوتی تو علماء کا وقت اصلاح و ترقی قوم میں صرف ہوتا۔ اور آج ہماری یہ حالت نہ ہوتی جس کا ہم کو رونہ ہے۔ اور جس کی اصلاح کی کوئی مؤثر تدبیر نہیں سوچتی۔

”اسلام کی شمشیر اسلام کا خون“

ماخوذ از حمایت اسلام ۸ مئی ۱۹۳۸ء
(جناب پرنسپس محمد علی صاحب کپور تھلہ)

عنوان بالاسے جو مضمون فاضل مدیر اخبار حمایت اسلام کے قلم نے لکھا اس نے ماشاء اللہ بہت مقبولیت حاصل کی۔ اور اکثر اہل قلم نے اس میں دلچسپی لی۔ مگر مقبولیت کا یہ ثبوت کافی نہیں ہے کہ ہم خیال حضرات اس کی تحقیر و توصیف میں قصیدہ خوانی کریں بھی مقبولیت اس وقت ثابت ہوتی ہے کہ اختلاف رکھنے والے بھی اسے اہمیت دیں۔ اور تردید پر آمادہ ہوں۔ مقبولیت کو اس درجہ تک پہنچانے کے لئے میں اختلاف پر قدم اٹھاتا ہوں اور دعویٰ اور دلیل دونوں کا جواب دینا چاہتا ہوں۔ یہ تحریر صاحب مضمون نگار کو یہ مسرت ضرور دیگی۔ کہ ان کے زور قلم نے مخالفین کے ایران میں زلزلہ ڈال دیا ہے۔ اور وہ منافقت میں حرکت مذبوحی کا اظہار کرتے ہیں۔ نیز اس تحریر کو اپنے اخبار میں شائع کرنے سے وہ فرخ حوصلگی کا ثبوت ہم پہنچائیں گے۔

دعویٰ مذکور کی تردید کرنے سے پہلے میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ کہ مسلمانوں میں فرقہ بندی کی شکل کیا ہے۔ دیگر مذاہب میں فرقہ بندی پورے طور پر اور شکل میں نمایاں ہے۔ یعنی وہ عقائد میں بھی باہدگر مختلف ہیں۔ اور عمل میں بھی ایک دوسرے سے کٹے ہوئے ہیں۔ مثلاً یہودیوں میں وہ فرقہ بھی شامل ہے جو مورتی پوجا کرتا ہے۔ اور وہ فرقہ بھی موجود ہے جو ایک ناپیدہ خدا کے سوا کسی کے آگے نہیں

جھکتا۔ ان میں جانوروں کو مار کر کھانے والے بھی موجود ہیں۔ اور جیو ہنسیا سے پرہیز کرنے والے بھی موجود ہیں۔ مگر مسلمانوں میں طرز عمل کا ایسا اختلاف موجود نہیں ہے۔ جھوٹ۔ ہتانہ۔ فریب۔ مال غیر پر تصرف۔ ناموس پر حملہ سب فرقے محبوب سمجھتے ہیں۔ اور اپنے مذہب پر پورے عالم میں تو اس سے اجتناب کرتے ہیں۔ مساکین ویتامنی کی خبر گیری۔ حاجت مندوں کی حاجت برآمی کو سب فرض جانتے ہیں۔ اور انکو کارہوں تو اس کو بجا لاتے ہیں۔ نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ پر سب کا عمل ہے۔ اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب سب کا معمول ہے۔ اعمال کی جزئیات مثلاً رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ میں اختلاف ہے۔ مگر ایسا خفیف کہ صند نہ ہو تو ہم ترین مسائل میں ان کو دخل کوئی نہیں سمجھتا۔ مگر باوجود اس کے ان میں سخت اختلاف ہے۔ تو اس لئے کہ ایک فریق کے نزدیک تقلید پر کاربند ہونے والا اور دوسرے کے نزدیک نہ ہونے والا گمراہ ہے۔ ایک کے نزدیک اصحاب رسول کو برا کہنے سے دوسرے کے نزدیک ان کی عزت کرنے سے کوئی گنہ گار بنتا ہے۔ ایک کے نزدیک مثل میح کی پیغمبری کو ماننا اور دوسرے کے نزدیک نہ ماننا کفر ہے۔ زمانہ حال میں جو ایک جدید فرقہ کی بسیوں شاخیں پیدا ہو گئی ہیں۔ ان میں باہم بہت کچھ اختلاف ہے۔ مگر ایک امر سب متفق ہیں۔ کہ حدیث رسول پر عمل پر ایسے سے ضلالت پھیلتی ہے۔ اور تمام قدیم فرقے بالاتفاق مانتے ہیں۔ کہ حدیث رسول پر عمل پر ایسے کے بغیر ضلالت سے نجات نہیں ہوتی۔ اس گمراہی گنہ گاری کفر و ضلالت کے عقیدے نے بھائی کو بھائی کا دشمن بنایا۔ اور ایک کو دوسرے کے درپے آزار کر چھوڑا ہے۔

ان اختلافوں کو دیکھ ڈالو۔ رب عقاید سے تعلق رکھتے ہیں۔ عمل سے ان کا کوئی واسطہ نہیں۔ ایک مسلمان کو خواہ وہ کسی فرقہ کا ہو۔

بچ پیدا ہونے کے وقت - عزیز کی موت کے وقت - نکاح کے وقت اور عبادت
 کبھوت جو غیر مسلم دیکھیگا - وہ بادل نظر سمجھ لیگا - کہ یہ مسلمان ہے - یعنی نماز
 کے وقت کسی کے ہاتھ ناف پر ہوں کسی کے سینہ پر ہوں - کسی کے چھوٹے
 ہوتے ہوں - ان جزی اختلافوں کے باوجود غیر مسلم ہی فیصلہ کر لیگا - کہ یہ
 شخص مسلمان ہے - اور مسلمانوں کی سی نماز پڑھتا ہے - رمضان کے دنوں میں
 اور حج کے ایام میں جس فرقہ کا آدمی مذہبی اعمال بجالاتا ہو - غیر مسلم فوراً اس
 کے مسلمان ہونے پر یقین کر لیگا - مگر محب عقائد کا ذکر آجیگا - اور کسی فرقہ
 کا آدمی ہو محبت غیر مسلم کو اپنے تمام عقائد سنائیگا - تو یقیناً وہ ان کو ایک
 دوسرے سے مختلف پائیگا - بلکہ ایک ہی مسئلہ پر ایک فرقہ زور دیتا ہوا
 اور دوسرا بعینہ اسی شکل کی تردید کرتا ہوا دکھائی دلیگا -

اب اگر کوئی شخص مسلمانوں کو عملی حالت درست کرنے اور اصلاح
 و تقویٰ میں ایک دوسرے پر سخت لے جائے گا و غلط کہتا ہے - آزار
 پہنچانے یا بیوجہ عزت و ناموس اور مال و زر پر تصرف کرنے سے روکتا ہے -
 مہم دردی کرنے اور حاجت برآری میں سامعی ہونے کی ترغیب دیتا ہے -
 تو اس کا بفضل یقیناً فرقہ بندی کی حدود سے باہر ہے - اور ایسی کوششوں
 میں مصروف رہنے کے وقت اس کو کسی خاص فرقہ کا پابند نہیں کہہ سکتے
 اور اگر اس سے بڑھ کر وہ یہ غلط کہتا ہے - کہ قرآن اور اسوۃ رسول
 علیہ السلام کی رو سے دشمنی اور عداوت کے باوجود کفر و اسلام کا تفاوت
 رکھتے ہوئے مجھی کسی کے ساتھ انصاف کے خلاف سلوک کرنا ناجائز ہے -
 اور مالی و جانی نقصان پہنچانا اتہام لگا کر بدنام کرنا یا مصیبت میں پہنچانا
 جھوٹی شہادت اور جعلی دستاویزوں سے مقدمات قائم کرنا اور نرمی
 دلوانا غرض حق کے خلاف کسی مسلم و نامسلم کو ذرا سا نقصان پہنچانا بھی جائز
 نہیں - اور حاجت مند کی ضرورت پوری کرنے کی استطاعت ہو - تو

حاجت برآری کو اس خیال سے روکنا۔ کہ حاجت مند کسی باطل عقیدہ کا پابند ہے ہرگز جائز نہیں۔ ایسی سچی کرنے والوں اور اس قسم کی ترغیب تحریص میں مصروف رہنے والوں کی نسبت یقیناً کہا جائیگا کہ وہ فرقہ بندی کی مضرتوں کو دور کرنے کی صحیح کوشش کرتے ہیں۔ اور ایسے لوگ اگر سچے دل سے پہلے اس پر خود کار بند ہوں۔ اور قول کو فعل مطابقت کر کے میدان میں آئیں۔ اور خود اپنے دشمنوں کے ساتھ ہمدردی کرنے کا نمونہ دکھائیں۔ تو ان کی کوشش کبھی نہ کبھی ضرور بار آور ہوگی۔ اور جس قدر جھگڑے فساد مسلمانوں میں فرقہ بندی کی بنا پر یا کسی اور وجہ سے پھیلے ہوئے ہوں۔ ان میں کمی نمایاں ہوگی۔

لیکن اس کے برخلاف فرقہ بندی کو بڑا سمجھنے والے اور اس کی مضرتوں کو مٹانے والے اگر روشن حروف میں اخبار کے سرورق پر فرقہ بندی جھوٹو دو اٹھو خدا کا نام لو لکھتے رہیں۔ اور کالموں میں پورے زور کے ساتھ فرقہ بندی کے استیصال کی تدبیریں کرتے رہیں۔ تو اس کے نتیجے میں یہ کہ وہ سب فرقوں کو اپنے اپنے مخصوص عقائد سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں یا کم از کم ہر فرقہ اپنے مخالفوں پر جو گمراہی کا فتویٰ لگاتا ہے۔ یہ لوگ اس کے خلاف یہ عقیدہ پیش کرتے ہیں۔ کہ کوئی فرقہ دوسرے فرقہ کا مخالف ہو سکی وجہ سے گمراہ نہیں۔ اور سب کو راہ راست پر سمجھنا چاہیے۔ اب ذرا انصاف سے دیکھو۔ کہ کیا ایسا خیال پیش کرنے والا مسلمانوں کو ایک نئے عقیدہ کی دعوت نہیں دیتا؟ اور کیا وہ اس طرح پر بجائے فرقہ بندی کو دور کرنے کے ایک جدید فرقہ کا بانی نہیں بنتا۔ جس کے عقائد یہ ہونگے۔ کہ تقلید کرنا اور تقلید کو بڑا سمجھنا برابر ہے۔ صحابہ کرام کی عزت کرنا اور ان پر تبرا سمجھنا یکساں ہے۔ احادیث رسول کو ذریعہ نجات اور مروت ضلالت سمجھنا ایک بات ہے۔ مثیل مسیح کو طائفے اور کفر کہنے میں کوئی تفاوت

نہیں۔ پس کیا یہ ایک نیا فرقہ نہ ہو گا۔ اور جو تفریق پہلے سے موجود ہے۔ اس میں ایک کا اضافہ نہ ہو جائیگا۔ اگر کہا جائے کہ یہ مسئلہ صحیح ہے اس لئے ہم سب سے منوا کر چھوڑیں گے۔ تو یہی دعویٰ تمام اسلامی فرقوں کا ہے۔ کہ ہمارا مسلک صحیح ہے۔ اس لئے ہم سب کو اس کی دعوت دی رہیں گے۔ پس ایسی کوششوں کو کیونکر سمجھا جاسکتا ہے۔ کہ یہ فرقہ بندی کو نابود کرنے کے لئے ہیں۔ جب سب اسلامی فرقوں کا اختلاف عقیدہ کیوجہ سے ہے۔ تو ایک نیا عقیدہ پیش کرنے والا جدید فرقہ کا بانی اور اسی جرم کا مرتکب کیوں نہیں۔ جس کا وہ استیصال کرنا چاہتا ہے۔ دوسرے فرقے بھی تلوار کی جنگ نہیں کر سکتے۔ قلم ہی کے میدان میں مذور دکھاتے ہیں وہی قلم کا زور اس جدید فرقہ کا بانی بھی دکھانے لگا ہے۔ کچھ عرصہ میں اس فرقہ کے ماننے والے بھی پیدا ہو جائیں گے۔ اور ایک دوسرے کی عیب شمار میں اعتدال سے بڑھیں گے۔ توفساد اور مقدمات کی کسر بھی پوری ہو جائیگی۔ اور یہی بیل و نہار ہے تو فسادوں کی فہرست اور مقدمات کے انڈکس میں وہ اضافہ بھی نظر آنے لگیگا۔ جو فرقہ بندیوں میں اور فرقہ بندی پر تبرائے جانے والوں میں رونما ہونگے۔ یاد رکھو۔ یہ فرقہ پہلے اسی قسم کے صلح جو یا نہ خیالات لیکر پیدا ہوا کرتا ہے۔ اور پڑی نرمی سے جدید عقیدہ کی اشاعت کرتا ہے۔ مگر جب ترقی کرتا ہے۔ اور جہاد کی عنت میں پھیلتا ہے۔ تو صلح جوی کو جنگ آوری سے بدل دیتا ہے۔

بعثت اسلام کے قریب عیسائیوں میں بھی ایک اختلاف پر بڑے فساد ہوتے تھے۔ ان کا ایک فرقہ مسیح علیہ السلام کی خدائی اور انسانی دو فطرتیں مانتا تھا۔ اور دوسری طرح کے ارادوں کا قائل تھا۔ دوسرا فرقہ ایک فطرت اور ایک ارادے کو مانتا تھا۔ وقت کے بادشاہ ہرقل نے دونوں کو متحد کرنا چاہا۔ اور کہا کہ ایک عقیدہ ایک فرقہ چھوڑ دے۔

اور ایک عقیدہ دوسرا فریق ترک کر دے۔ مسیح کی فطرتیں دو۔ اور
ارادہ ایک ماننے لگو۔ اتحاد کی اس شکل کو بعض نے مانا۔ اکثر نے نہ مانا۔
نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بجائے دو فرقوں کے تین ہو گئے۔ فساد زیادہ ہونے لگا۔
فرقے آپس میں لڑتے جھگڑتے تھے۔ بادشاہ شاہی مذہب سے اختلاف
کرنے والوں کو باغی قرار دیکر قانونی سزائیں دیتا تھا۔ یہی نتیجہ اب پیدا
ہوتا نظر آتا ہے۔ کہ کچھ لوگ "فرقہ بندی چھوڑ دو۔ اٹھو خدا کا نام لو" کا قافیہ
پڑھنے لگیں گے۔ باقی اپنے اپنے عقیدہ پر قائم رہیں گے۔ ایک تازہ
اختلاف کا دروازہ کھل جائیگا۔

پس فرقہ بندی کو دور کرنے کے لئے کیوں غلط راستہ اختیار کیا جاتا ہے۔
اور فرقہ بندی کا ذکر کرنے اور اختلاف کا طعنہ دینے کی بجائے کیوں اُن
اعمال و اخلاق کی بجا آوری پر زور نہیں دیا جاتا۔ جس میں کسی فریق کو
اختلاف نہیں اور جن کو پیش نظر رکھنے سے وہ تمام فساد دور ہو سکتے
ہیں جو ہماری کج خلقی بے مروتی اور ناجائز تدبیروں کی بجا آوری سے پیش
آتے رہتے ہیں۔ مگر قباحیت یہ ہے کہ وعظ و نصیحت کا رُخ نہیں ہو سکتی۔
جب تک کہ واعظ خود اس پر خلوص نیت سے کار بند نہ ہو۔ جدید عقیدہ
پیدا کیا جائے۔ تو ضرور مقبول ہو جاتا ہے۔ اور کبھی عجیب خیال ہو چند
روز میں اس کو ماننے والے پیدا ہو جاتے ہیں۔ تو یہی وجہ ہے کہ آدمی اپنے جدید
خیال کو سچے دل سے صحیح سمجھتا ہے۔ اور پھر دوسروں کو ترغیب دیتا ہے۔ اسی
طرح اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ پر انسان صدق دل سے عامل ہو۔ اور
نقصان اٹھا کر صحیح روش سے انحراف نہ کرتا ہو۔ تو اس کے وعظ و نصیحت کا
اثر ضرور ہوگا۔ بلکہ نیک نمونہ ہی ایسا اثر دکھائیگا۔ کہ کہنے سننے کی ضرورت
نہ رہے گی۔ مگر یہی جنس ہے۔ جو ہمارے بازاروں میں آجکل ناپید ہے۔ اور ہماری
سوسائٹی کا کوئی گروہ اس معیار پر پورا نہیں اُترتا۔

ہمارے قومی غلط یعنی اخبار نویس اور مضمون نگار بالعموم فرقہ بندی سے بالاتر
 ہیں۔ مگر باہمی اختلاف کو عداوت اور نیش زنی تک پہنچانے سے وہ بھی پاک
 نہیں۔ ہمارے قومی کاروبار کو چلانے والے اور نجمنیں اور کالج اور تعلیم خانے
 قائم کرنے والے بلا استثنا اور بغیر کسی مذہبی اختلاف کے ہر ایک انجمن اور
 ادارے میں مختلف پارٹیاں بنائے ہوئے قومی کام کا خیال رکھنے سے یا د
 فرقی مخالف کو زک دینے کی ادھیڑ میں لگے رہتے ہیں۔ ہمارے لیڈر
 فرقہ بندی سے دور کا رشتہ بھی نہیں رکھتے۔ اور باوجود اس کے ذاتی
 منفعت اور نفسانی خواہش میں مبتلا ہو کر قوم کا بڑا غرق کرنے میں کوتاہی
 نہیں کرتے۔ فرقہ بندی پر زور دینے والے لیے کسی فرقی میں داخل نہیں
 ہیں۔ اور باوجود اس کے ہر طرف مخالفت کا طوفان برپا ہے۔ کئی قومی
 کام انہی جھگڑوں میں بن کر بگڑ چکے ہیں۔ کئی اوسوے رہ گئے ہیں۔ اور
 جو جاری ہیں۔ وہ بھی اقوام ہمسایہ کے کارخانوں سے کوئی نسبت نہیں
 رکھتے۔ ہمارے قوم مالی اقدی ادا میں کسی قوم سے کم نہیں ہے۔ پھر بھی
 ہمارے کام ناقص رہتے ہیں۔ اسلئے کہ ہمارے کارکن اتفاق کیساتھ کام کرنا
 نہیں جانتے۔ اور پارٹی بندی کی وجہ سے ادھر توجہ کرنے کی فرصت نہیں
 رکھتے۔ ایسے لوگ مذہبی فرقوں کو مورد وطن بنائیں۔ اور اتحاد کا وعظ نہایت
 تو کیا اثر ہو سکتا ہے۔ جس کشتی کو سب ڈبو رہے ہیں۔ اسی کو غرق کرتے
 میں وہ مصروف ہیں۔ تو ایک کی بات دوسرا سن کیا سکتا ہے۔
 کیا غلط کہا تھا میر غلام بھیک نیزنگ نے کہ مسلمانوں کے باہمی افتراق
 کے اسباب فرقہ بندی کے سوا کچھ اور بھی ہیں۔ انہوں نے تعلیم جدید کی ناکامی۔
 رہنماؤں کی غلط کاری۔ اور عقلی سطح کی پستی وغیرہ چند اسباب بیان کیے
 تھے حالانکہ صرف یہی نہیں ہیں۔ بہت بڑا سبب افتراق کا یہ ہے۔ کہ ہمارا تمام
 اور قومی کارکن محولی خانوں میں اپنی ذاتی رائے کو مقدس اور عظیم الشان تصور کرتے ہیں۔
 (باقی وارو)

نیکی کن سے فلاح و غنیمت شمار عمر
زوں پیشہ کہ بانگ برآید سلاں مناد

دعوت عمل

حزب انصار کے مفصلہ و اغراض و طریقہ عمل و بروق رسالہ کے تیسرے صفحہ پر درج ہے۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ سوچے کہ یہ کام اسلام اور مسلمانوں کے فائدہ کے ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو کیا اس کا فرض نہیں کہ اس خدمت میں حسب توفیق حصہ لے۔ ذیل کے طریقوں سے آپ اس اسلامی پودے کی آبیاری فرما سکتے ہیں۔

۱۔ اپنی ماہواری آمد میں کچھ حصہ مقرر کریں۔ چاہا بجاہ حزب کو پہنچتا ہے۔ نیز اس کے رکن بن کر اور دوسرے رکن بننے کی ترغیب سے کہ اس کا حلقہ و کار وسیع کیجئے۔

۲۔ اپنی زکوٰۃ صدقہ و خیرات اگر سب نہیں تو اس کا جز اچھے و اعلیٰ علوم غریبہ کے غریب نادار طلباء اور یتیم لاوارث بچوں کے لئے عطا و فرمائیں۔ جن کی تعلیم تربیت۔ نوراگ و رہائش کا ذمہ حزب انصار سنبھالے رکھتا ہے۔

۳۔ ماہواری رسالہ شمس الاسلام کے خریدارین کو حزب انصار کو اس کے مالی مصارف سیکڑی میں امداد دیکھئے۔ نیز رسالہ کی اشاعت وسیع کرنے کے لئے سعی فرمائیے۔ کم از کم کوئی گاؤں آبادانہ ہے جس میں رسالہ نہ جاتا ہو۔ یقین جانتے کہ رسالہ کا ہر ماہ کسی جگہ جانا ایک ایک مکتب عالم مبلغ اور مناظر کے جلنے کے برابر ہے۔

۴۔ تہائی مساکین و غریب ادارہ کے بچے جہاں ہیں۔ ان کو تعلیم و تربیت کیلئے دارالعلوم غریبہ بھیرہ میں بھیجیں۔ تاکہ بڑی صحبت اکتے بچے اسلام کے خادم بن سکیں۔

۵۔ اپنے بچوں کو دینی تعلیم کیلئے کم از کم چار سال کیلئے دارالعلوم غریبہ میں بھیجیں۔ چار سال میں مولیٰ قابلیت کے طالب علم کو کافی استعداد حاصل ہوتی ہے۔ ایمان مساجد کو بھیجیں کہ وہ خود تعلیم حاصل کریں۔ اور اپنے بچوں کو چار سالہ نصاب کی تمہیں کیلئے بھیرہ میں بھیجیں۔

۶۔ اہل قلم حضرات رسالہ کی علمی اعانت سے دریغ نہ فرمائیں۔ اور حقیر حضرات کا فرض ہے کہ کتابیں اپنے پاس سے یا خرید کر کتب خانہ حزب انصار کیلئے وقف فرمائیں۔ تاکہ یہ صدقہ جاریہ کام دے سکیں جن جن کتب کی ضرورت ہے۔ وہ بذریعہ استفسار معلوم فرمائیں۔

۷۔ اپنے علاقہ میں غیر غریب کی تبلیغی جدوجہد دیگر کو الٹے سے مطلع فرماتے رہا کریں۔ اور اگر ضرورت ہو تو حزب انصار کے مبلغین طلب فرما کر تبلیغی جلسہ کے انعقاد کا انتظام فرمائیں۔

۸۔ اگر آپ تبلیغ کر سکتے ہیں۔ تو شبہ تبلیغ حزب انصار میں اپنا نام دینے کو راضی۔

الحاضری ناظم حزب انصار بھیرہ (پنجاب)